لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹ — ۱۰ مارچ ۱۹۹۲ء ——— مطابق ۶ رمضان ۱۴۱۲ھ — شمارہ ۹

(مولانا سید) محمد رابع حسنی ندوی

نعمت و برکت کے دن

رمضان المبارک کا مہینہ سال کے مہینوں میں نہایت اہم اور ممتاز خصوصیات کا مہینہ ہے اس کی سب بڑی خصوصیت قرآن مجید میں "اُنزل فیه القرآن" بتائی گئی ہے کہ اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا کلام اس عالم انسانی کی طرف بھیجا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لئے رہبری اور ہدایت کی واضح دلیلوں اور حق و باطل کے درمیان خط فاصل قائم کردینے والا بنایا فرمایا۔

"شَهرُ رمضانَ الَّذِیٓ اُنزِلَ فِیهِ القُرآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الهُدٰی وَالفُرقَانِ"

قرآن مجید کے نزول کی اہمیت اور اس کی تاثیر و افادیت اس کائنات ارضی کو سنبھالے رکھنے والی اور اس کو اپنے مقررہ راستہ پر قائم رکھنے والی ہے اس زمین کا وجود و بقا اس پر بسنے والے انسانوں سے وابستہ ہے، اور انسان کا وجود و بقا اس طریقہ حیات سے وابستہ ہے جو اس کے اور اس زمین کے خالق نے طے فرمایا ہے، اور اپنے رہنما اور اطمینان بخش کلام کے ذریعہ اس کی رہبری فرمائی ہے فرمایا: "هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الهُدٰی وَالفُرقَانِ" لہٰذا اس کلام عالی مقام کا نزول جس مہینہ میں ہوا، وہ مہینہ خیر و برکت کا مہینہ بن گیا۔ چنانچہ اس مہینہ میں عبادات سے خصوصی ربط اور اپنے پروردگار کی طرف مسلسل اور متواتر متوجہ رہنے کی کیفیت نمایاں طریقہ سے ملتی ہے جو کسی اور مہینہ میں اس مقدار اور اس حیثیت میں نہیں ملتی اس میں عبادات کی حیثیت بھی دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ ہر کار ثواب اس میں ستر گنے کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے خود اس کی مخصوص عبادت روزہ ہے، جو سارے دن پر محیط ہوتا ہے اور ایک مسلمان کا وہ تمام وقت جو اس کے تگ و دو اور زندگی کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف رہنے کا وقت ہوتا ہے، اس عبادت سے ڈھک جاتا ہے۔ اس طرح روزہ دار کا سارا وقت عبادت کے نور سے پرنور ہوجاتا ہے، ایک طرف سارا جائز کاروبار زندگی بھی قائم اور دوسری طرف عبادت کا شاندار عمل بھی جاری رہتا ہے۔ اندر سے عبادت اوپر سے ضرورت کی عام زندگی اس میں ایسی نورانیت رکھی گئی ہے کہ وہ گناہوں کے ساتھ توافق نہیں پیدا کرسکتا۔ حدیث شریف میں اس کو ایک ڈھال سے تعبیر کیا گیا ہے جو گناہوں کے حملوں سے بچاتی ہے۔ فرمایا: الصوم جنة دراصل روزہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسی فضا بنا دیتا ہے کہ اس میں گناہوں میں مبتلا ہونا آسان نہیں رہ جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ کچھ کھا پی نہیں سکتا اپنے شہوانی ارادوں سے دور رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ہوائے نفس کی باتوں، غیبت، جھوٹ وغیرہ سے پرہیز کرنے کا مامور ہوتا ہے تو گناہوں کے تمام روزن بند ہوجاتے ہیں، پھر مزید انتظام فرمایا گیا کہ رمضان شروع ہوتے ہی بڑے بڑے شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں، اس طرح ایک طرف روزہ دار کے لئے اس کے نفس کی شرارتوں پر روک لگی تھی دوسری طرف شیاطین کی مکاریوں پر روک لگ جاتی ہے۔ پھر رمضان کو قرآن مجید کے نور سے بھی معمور بنایا گیا ہے۔ دن میں تلاوت رات میں تلاوت، نمازوں کے بعد تلاوت، نمازوں کے اندر تلاوت، پھر بطور مزید اس میں ایک رات لیلۃ القدر کی رکھی گئی جو اپنے اجر و ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار راتوں سے بھی برتر

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی	مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی	مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی	ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۔ 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ پچاس روپے ۵۰/-
فی شمارہ ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی۔ یورپی۔ افریقی و امریکی ممالک
۲۵/- ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰/- ڈالر

نوٹ

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔ اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں، نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں اور اگر جدید خریدار ہیں تو بھی صراحت کردیں۔

درس حدیث

طہارت جزو ایمان ہے

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی ——— ترجمہ شمس الحق ندوی

عن ابی مالک الأشعری قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الطُّهور شطر الایمان، والحمد لله تملأ المیزان وسبحان الله والحمد لله تملآن مابین السموات والأرض، والصلاة نور والصدقة برهان، والصبر ضیاء والقرآن حجة لك او علیك، کل الناس یغدو فبائع نفسه فمعتقها أو موبقها۔ (رواہ مسلم)

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طہارت و پاکیزگی جزو ایمان ہے، اور کلمہ الحمد للہ میزان اعمال کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ و الحمد للہ بھر دیتے ہیں آسمانوں کو اور زمینوں کو، اور نماز نور ہے، اور صدقہ دلیل و برہان ہے اور صبر اجالا ہے اور قرآن یا تو حجت ہے تمہارے حق میں یا حجت ہے تمہارے خلاف، ہر آدمی صبح کرتا ہے پھر وہ اپنی جان کا سودا کرتا ہے پھر یا تو اسے نجات دلا دیتا ہے یا اس کو ہلاک کردیتا ہے۔

اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کس طرح کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اگر مسلمان اس حدیث پر عمل کریں اور اس کی روشنی میں چلیں تو ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے اس میں دنیا اور آخرت دونوں جہاں کے لئے روشنی اور رہنمائی موجود ہے۔ لیکن اگر اس پر عمل کرنے سے کوتاہی برتیں گے اور اس کو نظر انداز کردیں گے اس کو بھلا دیں گے یا تجاہل برتیں گے تو اس کا انجام نقصان و گھاٹے کے سوا کچھ نہیں ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کی ابتدا اسلام میں پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کی جو اہمیت ہے اس سے فرمائی ہے۔ چنانچہ بہت ہی مختصر الفاظ میں فرمایا طہارت و پاکیزگی جزو ایمان ہے" اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش بھی کیا ہوسکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت آپ پر دعوت اسلام کی ذمہ داری ڈال تو سب سے پہلے پاکی حاصل کرنے کا حکم فرمایا۔ فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا المُدَّثِّرُ قُم فَاَنذِر، وَرَبَّكَ فَکَبِّر وَثِیَابَكَ فَطَهِّر، وَالرُّجزَ فَاهجُر۔

اے محمد جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔ اٹھو اور ہدایت کرو اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو۔

ایسے ہی نماز پڑھنے کے لئے حصول طہارت کو اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا، فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اِذَا قُمتُم اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغسِلُوا وُجُوهَکُم وَاَیدِیَکُم اِلَی المَرَافِقِ وَامسَحُوا بِرُءُوسِکُم وَاَرجُلَکُم اِلَی الکَعبَینِ وَاِن کُنتُم جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا

مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو، تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو نہا کر پاک ہوجایا کرو۔

ممکن ہے کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ نماز کے لئے حصول طہارت (یعنی وضو) کیوں ضروری قرار دیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نماز میں بندہ اللہ پاک کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اس سے ملتا اور ہم کلام ہوتا ہے اپنی عاجزی و درماندگی ظاہر کرتا ہے، روتا گڑگڑاتا ہے لہٰذا اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضری کے لئے دل کے رجوع و انابت کے ساتھ جسمانی طہارت پاکیزگی بھی ضروری قرار پائی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:

یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوا زِینَتَکُم عِندَ کُلِّ مَسجِدٍ

اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو۔

طہارت و پاکیزگی کے معنی بہت وسیع ہیں نماز مومن کی اصلاح و تربیت کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ وضو اور غسل سے صرف جسم کی صفائی نہیں مقصود ہے بلکہ اس کا تعلق جسم کی صفائی کے ساتھ روح کی پاکی اور قلب و نظر کی درستگی سے بھی ہے پاکی ایک عبادت ہے جس کے ذریعہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے پاک صاف ہوکر خضوع کے ساتھ اس کے رو برو کھڑا ہوتا ہے۔

صفائی ستھرائی اور طہارت و پاکی کے سلسلہ میں دین اسلام کے اہتمام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کے ذریعہ منھ کی صفائی کا حکم فرمایا ہے: اور اس کی فضیلت کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مسواک منہ کو صاف کرنے والی اور اللہ کو راضی کرنے والی ہے)

مٹی سے بنا ہوا یہ انسان جب اس ذات عالی سے مخاطب ہونا چاہے جو سب کی حاکم اور سب کی مالک ہے تو جتنی بار اور جتنے اہتمام سے اپنے منہ کو صاف کرے کم ہے اسی لئے کسی صاحب دل نے بے خودی و سرمستی میں کہا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

میں ہزار بار اپنے منہ کو دھوؤں اور صاف کروں تب بھی اس سے آپ کا پاک نام لینا بڑی بے ادبی ہے۔"

مسواک کے سلسلہ میں آپ کی تاکید و ہدایت بڑی حکمتوں پر مبنی ہے اس وقت طبی تحقیقات سے مسواک کے جو فوائد سامنے آرہے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسواک کے بارے میں آپ کی ہدایات معجزہ ہیں۔

مسواک کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں بہت سے قدرتی مضبوط ریشے ہوتے ہیں جو دانتوں سے دبانے پر بھی ٹوٹتے نہیں ہیں بلکہ نرم ہوکر دانتوں کے درمیان داخل ہوجاتے ہیں اور فضلات کو اس طرح نکال دیتے ہیں کہ مسوڑھوں میں تکلیف نہیں ہوتی اس طرح سے دانت بھی صاف ہوجاتے ہیں، اور مسواک کے ریشوں کے اثرات سے جراثیم اور کیڑے بھی مرجاتے ہیں۔

اسلام کے صفائی ستھرائی پر زور دینے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب تم میں سے کوئی سوکر اٹھے تو جب تک تین بار اپنے ہاتھ دھو نہ لے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، اس کو معلوم نہیں کہ سوتے میں ہاتھ کہاں کہاں گیا ہے) یہ کتنی معقول بات ہے۔

سوتے میں آدمی بے خبر ہوتا ہے ہاتھ جسم کے ہر عضو پر جاتا رہتا ہے، گرمی کا موسم ہے تو پسینہ نکلتا رہتا ہے، سوتے میں کسی اتفاقی نجاست سے ہاتھ ملوث ہوگیا مثلاً سوتے میں کھٹمل، مچھر وغیرہ کا خون لگ گیا ایسی صورت میں ہاتھ کا برتن میں ڈالنا کتنا برا ہے، انھیں اسباب و وجوہات کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوکر اٹھو تو برتن میں ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھولو اس لئے کہ نہیں معلوم سوتے میں ہاتھ کہاں پڑا ہے یہ تو بے خبری کی صورت میں ہے تو جب مومن کو معلوم ہو کہ ہاتھ گندگی سے مس ہوا ہے تو ہاتھوں کی صفائی کا کتنا اہتمام کرنا چاہیئے، مثلاً استنجا سے فراغت کے بعد آب دست لیتا ہے تب تو اور ہی جلدی سے اس کو اپنے ہاتھوں کو دھولینا چاہیئے کہ کہیں وہ آنتوں کے امراض کا نشانہ بنے، چونکہ ناخن اس قسم کے امراض کا سبب زیادہ بنتا ہے لہٰذا آپ نے اس کے کاٹنے کا حکم فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں، ختنہ کرنا، موئے زیر ناف کاٹنا، مونچھوں کو کترنا، ناخن تراشنا بغل کا بال نوچنا۔

اسی طرح سے جسمانی صحت کی رعایت میں آپ نے برتنوں کی صفائی کا حکم دیا تاکہ کھانے پینے کی چیزیں بھی پاک صاف رہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: (اگر تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوئے) برتنوں کی صفائی الگ ایک اہمیت رکھتی ہے اس لئے کہ برتنوں کی صفائی میں کوتاہی برتنے کی وجہ سے انسان مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

انھیں وجوہات کی بنا پر آپ نے ایک عام بات فرمائی کہ: (پاکی جزو ایمان ہے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کا ذکر فرمایا جن سے معنوی پاکی حاصل ہوتی ہے۔

بقیہ ص ۱۲

بتائی گئی ہے جس میں فرشتوں کی متواتر آمد اور رحمتوں کا مسلسل نزول ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ طلوعِ فجر ہو جاتی ہے اور روزہ شروع ہو جاتا ہے۔

رمضان المبارک مسلمان کے لئے سالانہ روحانی تربیتی کیمپ کی حیثیت رکھتا ہے جس میں اس سے ۲۹-۳۰ دن تک ریاضت کرائی جاتی ہے تاکہ سال کے گیارہ مہینوں میں جو نفسانی کمزوریاں اور خرابیوں کے اثرات پڑے ہوں وہ دُھل جائے، اور زندگی نورانی اثرات سے از سر نو مزین اور تیار ہو جائے اور صلاح و تقویٰ کی ایسی سوغات لے جو پھر گیارہ مہینوں تک اس کو زندگی کے خطرات و پرکشش حالات کا مقابلہ کرنے میں سہارا بن سکے رمضان المبارک سے قرآن مجید کے نزول کے تعلق کے ساتھ ساتھ اسلامی تاریخ کے شاندار آغاز کے دو اہم ترین واقعات بھی تعلق رکھتے ہیں، یہ واقعات، غزوہ بدر، جس کا تذکرہ یوم الفرقان کے نام سے قرآن مجید میں کیا گیا ہے جس سے اسلام کی سربلندی کا عظیم الشان افتتاح ہوا اور دوسرے فتح مکہ کا واقعہ ہے جس سے دشمنانِ اسلام کی مرکزی طاقت کا خاتمہ ہوا اور امتِ اسلامیہ کے غلبہ کا پرچم بلندی اور عظمت کے ساتھ لہرانے لگا یہ وہ واقعات وحالات ہیں جن سے اسلام کی عظمت کا شاندار آغاز ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی مبارک مہینہ میں رکھے گئے یہ عظیم واقعات اس مبارک مہینہ کے شایانِ شان تھے اور یہ مبارک مہینہ ان شاندار واقعات کے شایانِ شان تھا۔ یہ ایک شاندار مہینہ ہے جو خیر و برکت اور تقویٰ و طہارت نفس کا اور عبادت وریاضت کا زمانہ ہے اس کے روزے اللہ تعالیٰ کے دربار میں بڑی خصوصیت واہمیت رکھتے ہیں اور ان کی جزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت خاص جزا قرار دی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خاص طور پر میرے لئے ہے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ) روزے کی پابندیوں کے دو جز ہیں ایک تو بطن وفرج سے تعلق رکھتا ہے کہ روزہ دار کھانے پینے سے بچے اور شہوانی عمل سے پرہیز کرے یہ بچنا اور یہ پرہیز روزہ کے لئے لازمی ہے دوسرا زبان کے برے استعمال سے تعلق رکھتا ہے کہ کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان نہ کرے جھوٹ نہ بولے منھ سے گندی یا بری بات نہ نکالے اس پرہیز کی تاکید آئی ہے خلاف ورزی کرنے سے روزہ پوری طرح ٹوٹتا نہیں لیکن خراب ہو جاتا ہے اور اس کا فائدہ کم ہو جاتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر روزہ دار کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرتا عیب جوئی کرتا۔ جھوٹ بولنا نہیں چھوڑتا تو اس کو بلا وجہ اپنے کو بھوکا پیاسا رکھنے کی کیا ضرورت ہے یعنی اس کے روزہ سے کیا فائدہ۔

روزہ رکھنے پر روزہ دار کی طبیعت میں نرمی ہمدردی اور عبدیت کا ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے وہ طبیعت میں گداز اور دوسروں کی غمگساری کی طرف اپنے کو مائل محسوس کرنے لگتا ہے نیکی کا رجحان اور بدی سے بچنے کا میلان پیدا ہو جاتا ہے اس کو بھلائی کی طرف بلایا جائے تو وہ اس کی طرف آتا ہے برائی سے روکا جائے تو اس سے رک جاتا ہے اس طریقہ سے روزہ اس کی آخرت کی کامیابی کی راہ بناتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی خوشنودی کی طرف بڑھتا ہے اور خیر کی اس آواز کو لبیک کہتا ہے جو فرشتہ کی طرف سے لگائی جاتی ہے کہ اے بھلائی اور خوبی کے طلبگار آگے بڑھو اور اے برائی کے طلبگار پیچھے ہٹو۔ حدیث شریف کے مطابق ایک فرشتہ کی طرف سے یہ ندا صبح و شام دی جاتی ہے چنانچہ رمضان شروع ہوتے ہی یہ آوازہ حق ہر طرف گونجنے لگتا ہے کہ "یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر" لیلۃ القدر کی نسبت سے روزہ دار کو حدیث شریف میں دعا سکھائی گئی ہے کہ اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔

اے اللہ آپ بہت عفو و درگذر کرنے والے ہیں آپ عفو و درگذر کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا مجھ کو معاف کر دیجئے اسی دعا پر یہ کاتب حروف اس مضمون کو ختم کرتا ہے اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔

اے پروردگار! تو بہت معافی دینے والا ہے معافی دینے کو پسند کرتا ہے مجھ کو معافی دے۔

اہلِ خیر حضرات سے!

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے کو خدا کے ان نیک بندوں کی فہرست میں شامل کرتے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح کیا ہے ومما رزقناهم ينفقون اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اس وقت پورا عالم مصائب آفات سے دوچار ہے اور دنیا کے کسی گوشہ میں چین وسکون نہیں نظر آ رہا ہے، قتل و غارت گری لوٹ مار اور دوسروں کی حق تلفی عام ہو گئی ہے خود مسلمان جو امتِ دعوت تھے ان کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ان حالات کی جو بھی توجیہہ کیجائے بہرحال حقیقت یہی ہے کہ یہ دین سے دوری اور غفلت ہی کا نتیجہ ہے، لہٰذا ہماری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اپنے ماحول کو دینی ماحول بنانے کی کوشش کریں، نیز اپنے علاقو میں دینی مکاتب و مدارس قائم کرکے علم دین کو عام کرنے کی فکر کریں کہ تمام برائیوں کی جڑ دین سے ناواقفیت و بے خبری ہے مدارس و مکاتب کے سلسلہ میں ہر شخص جو کوشش کر سکتا ہو کرے، کیونکہ نقائص اور کوتاہیوں کے باوجود مدارس ہی وہ سرچشمہ ہیں جہاں سے ہدایت کی روشنی پھیلتی اور انسانیت کی کھیتی ہری ہوتی ہے۔ انھیں سے وہ افراد نکلتے ہیں جو زندگی کے ہنگاموں میں دین و ایمان کی شمع روشن کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں، لہٰذا مدارس کی بقا و تحفظ اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر مسلمان کو کمربستہ ہو جانا چاہیئے اور وہ جو کچھ بھی کر سکتا ہے کرے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور دینی مسائل کے سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدماتِ محتاجِ تعارف نہیں، اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ ایک سو سال ہو گئے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ اس اثنا میں اس نے گراں قدر علمی و دینی خدمات انجام دی ہیں، ادارہ کی خوش قسمتی ہے کہ ایک مدت سے اسکو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی توجہ اور سرپرستی بھی حاصل ہے جن کے دورِ نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن سکا ہے اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے لئے اس کے طلباء و اساتذہ اور کارکنان حتی الوسع کوشاں ہیں اس وقت دارالعلوم میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ دوسرے ممالک کے طلباء بھی زیرِ تعلیم ہیں اور مختلف ممالک سے داخلہ کی درخواستیں برابر آتی رہتی ہیں جس کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے، دارالعلوم اور خاص طور سے معہد دارالعلوم میں باوجود وسعت کے بہت تنگی محسوس ہو رہی ہے داخلہ کے امیدوار بہت سے طلبہ کو ہر سال واپس ہونا پڑتا ہے، یہ صورت حال ذمہ دارانِ دارالعلوم کے لئے سخت باعثِ فکر و تشویش ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند سال قبل لکھنؤ سے ۱۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر موضع مہپت مئو میں حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء سے عقیدت رکھنے والے دیندار مسلمانوں کے تعاون سے کچھ وسیع آراضی مع ایک قدیم و خستہ مسجد حاصل ہو گئی تھی جسمیں فوری طور پر ایک مدرسہ کا اجرا کر دیا گیا تھا، اب ماشاء اللہ ۳،۴ سال سے وہاں شعبۂ حفظ اور ابتدائی عربی درجات کی بھی تعلیم دی جانے لگی ہے۔ یہ پورا نظام مسجد کے تنگ و خستہ حجروں اور عارضی اقامت گاہوں میں انجام پا رہا ہے مسجد کی توسیع و درسگاہ اور دارالاقامہ کی تعمیر کی فوری ضرورت کی بنا پر سردست مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی تھی، اب بنامِ خدا درسگاہ اور دارالاقامہ کی تعمیر بھی شروع کر دی گئی ہے اسکی تکمیل ہو جانے سے طلباء کی مزید تعداد کو استفادہ کی سہولت حاصل ہو جائے گی سردست وہاں طلباء کی تعداد ۲۰۰ ہے اور اساتذہ وعملہ کی تعداد ۱۵ ہے۔ فوری اور ہنگامی طور پر جتنے حصہ کی تعمیر ضروری ہے وہ تقریباً ۲۵ لاکھ کی لاگت سے تیار ہو سکے گی۔ امید ہے کہ جن بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے، وہ دل کھول کر نہ صرف خود اسمیں حصہ لیں گے، بلکہ دوسرے احباب دوستوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کریں گے یہ ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کا سلسلہ برابر جاری ہی رہتا ہے، صاحبِ حیثیت حضرات اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے ان کے نام سے بھی کمرے بنوا کر مستقل صدقہ جاریہ کا سلسلہ قائم کر سکتے ہیں۔ تعمیر کا کام تو شروع کر دیا گیا ہے لیکن رقم کی شدید دشواریوں کا سامنا ہے امید ہے کہ اہلِ خیر حضرات اپنا تعاون پیش کرنے میں تاخیر نہ فرمائیں گے۔

(مولانا) معین اللہ ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء)

(مولانا) محب اللہ ندوی
(مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)

نوٹ: چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے، چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیے:— ناظم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ لکھنؤ ۷

NAZIM NADWATUL ULMA P.O. BOX 93 NADWA LUCKNOW7

ولایت کا مختصر راستہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

"یہ تقریر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے آکسفورڈ کی جدید تعمیر شدہ مسجد اسٹینلی روڈ میں جمعہ کی نماز سے پہلے کی، اس موقع پر پاکستانی، ہندوستانی اور عرب مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔"

میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس حب دنیا کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک مسجد کی تعمیر کی توفیق دی، نماز تو آپ کہیں پڑھ سکتے ہیں لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت بڑھا ہوا ہے آپ کو صرف حجاز مقدس کے رہنے والوں پر رشک نہیں آتا ہوگا۔ آپ کو ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں پر بھی رشک آتا ہوگا کہ ان جگہوں میں دینی ماحول ہے۔ اللہ والے موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں مسجدیں ہیں، وہاں کی فضاؤں میں نور ہے مگر میں توقع کے برخلاف کہتا ہوں کہ قابلِ رشک آپ ہیں آپ پر رشک آنا چاہیئے، یہاں پر اللہ کا نام لینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان جگہوں پر کثرت سے اللہ کو یاد کرنے سے زیادہ اہم ہوگا۔ جیسے کہ انسان جب اپنے گھر سے دور ہوتا ہے، اور اس دوری کے باوجود خط لکھتا ہے، تو یہ خط زیادہ محبت اور شوق کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر شخص سوچتا ہے کہ اتنی دور رہنے کے باوجود ہم کو یاد رکھا۔ نگاہ میں اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

یہ غفلت کی سرزمین۔ غفلت کی سرزمین میں اللہ کو یاد کرنا۔ اللہ کو بہت عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی بہت قیمت ہے، دنیاوی انہماک کی جگہوں پر جہاں محرمات کی کثرت ہے جہاں کی فضاؤں میں غفلت کا پیام ہے جہاں اچھے اچھے لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں۔ یہاں پر آخرت کو نہ بھولنا بہت ہی قیمتی چیز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں پر ایک مرتبہ اللہ کو یاد کرنا، بڑی بڑی اسلامی بستیوں میں دس بار اللہ کو یاد کرنے سے زیادہ اہم ہے

یہاں پر نگاہوں کی حفاظت، دل کی اور خیالات پر بھی قابو پانے کی کوشش کرنا یہاں مادی منفعتوں کو قربان کرنا، کسی حکم شریعت کو پس پشت ڈالنے سے بچنا، یہاں دلوں کی حفاظت کرنا اور زبان کی حفاظت کرنا، ایسے اعمال ہیں کہ ہو سکتا ہے یہاں رہ کر ان پر ولایت کا درجہ حاصل ہو جائے، ہو سکتا ہے یہاں پر بہت کم محنت پر ولایت مل جائے، یہاں پر کتنے اللہ کے بندے ہوں گے جو اس درجہ پر ہوں گے کہ ان پر اللہ کو اور اللہ کے فرشتوں کو پیار آتا ہوگا۔

یہ صرف کھانے کمانے کی جگہ نہیں ہے یہ صرف مادی منفعتوں کے حصول کی جگہ نہیں ہے یہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بھی جگہ ہے یہ طہارت اور عفت نفس کی بھی جگہ ہے، آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونہ کو دیکھیں، ان کی بھی دکانیں تھیں، وہ بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ وہ دنیا کے متمدن ترین علاقوں میں گورنر تھے، وہ تاجر تھے، وہ دنیا کے مختلف حصوں میں جاتے تھے، مگر وہ ان جگہوں پر بھی اللہ کو نہیں بھولتے تھے، بلکہ اور زیادہ چوکنا رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کتنوں کو ولایت کے بہت اونچے درجہ پر پہونچایا۔

یہ ہم سب کا ذاتی معاملہ ہے، اگر آپ کا بچہ برے ماحول میں نشو و نما پانے کے باوجود مہذب اور تربیت یافتہ ہے تو یہ بچہ ان بچوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا جو اچھے ماحول میں پرورش پاتے ہیں جو لوگ برے ماحول اور غفلت کی فضاؤں میں بھی اللہ کو یاد رکھتے ہیں اور جن کا حال یہ ہوتا ہے کہ لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله، فرشتے چاہتے ہوں گے کہ ان کو سینوں سے لگا لیں، ایسے لوگوں کو فرشتے گود میں لے لیتے ہیں۔

آپ اس سرزمین کو محض اضطراری کیفیت کی جگہ نہ سمجھیں آپ کھانے پینے اور دنیا کمانے کے ساتھ آخرت بھی کما سکتے ہیں، بعض اوقات ایسی آخرت کما سکتے ہیں جو شاید اسلامی ملکوں میں ممکن نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر چیز اللہ تعالیٰ کا ادب، حیاء، احترام اور خوف ہے، یہ صفات بہت سی عبادتوں سے زیادہ قابلِ قدر ہیں نوافل کی کثرت کی اہمیت اپنی جگہ پر، لیکن اس سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ کا احترام اس کے سامنے وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے تھے نہ جسمانی راحتوں کی اور نہ مالی منفعتوں کی اللہ تعالیٰ کا احترام ان کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا احترام اور شریعت کی ترجیح انسان کے لئے سب سے بڑی محفوظ چیز ہے یہ دنیا کی کشش سے انسان کی حفاظت کرتی ہے۔

آپ کے اندر یہ احساس پیدا ہونا چاہیئے کہ آپ صرف دنیا کمانے نہیں آئے ہیں آپ صرف مالی اور مادی منفعتوں کے حصول کیلئے نہیں آئے ہیں بلکہ آپ دین کمانے بھی آئے ہیں، میں صاف کہتا ہوں اس مسجد میں خدا کے گھر میں اور منبر کے پاس کہتا ہوں کہ آپ یہاں رہ کر ولایت حاصل کر سکتے ہیں، شرط یہ ہے کہ اپنے اندر اللہ کا احترام پیدا کریں۔ ایمان اور احتساب پیدا کریں جو کام بھی کریں اللہ تعالیٰ کے ثواب کی لالچ میں کریں۔

مسلمانوں سے جو چیز نکل گئی ہے وہ ہے نیت کا استحضار سارے اچھے کام کرتے ہیں لیکن بغیر نیت کے مسلمانوں سے ہنس کر بات کریں تب بھی ثواب کی نیت سے کریں۔ جو کام بھی چھوٹا یا بڑا کریں ثواب کی نیت سے کریں۔

روزہ جو اہم ترین عبادتوں میں سے ہے، اس کے بارے میں بھی حدیث میں ایمان اور احتساب کی شرط آئی ہے اسی طرح شب قدر میں نماز پڑھنے کے ساتھ بھی ایمان واحتساب کی شرط ہے۔

من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه۔ ومن قام ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم

کسی کے ذہن میں آ سکتا ہے کہ روزہ صرف مسلمان رکھ سکتا ہے اس کے پاس ایمان پہلے سے ہے پھر یہ ایمان کی شرط کیوں، یہ خیال صحیح نہیں سارے لوگ بھی ہیں جو ایمان واحتساب سے خالی ہیں، جو روزہ رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ثواب کی نیت نہیں ہوتی۔

روزہ کے متعلق کوئٹہ میں میری تقریر ریڈیو سے نشر کی گئی جس میں میں نے روزہ کے بارے میں فضائل کی وضاحت کی تھی۔ ایک صاحب نے کہا کہ آپ نے روزہ کے بارے میں ساری باتیں کہیں لیکن ایک بات رہ گئی، افطار میں جو لذت ہے اس کا آپ نے تذکرہ نہیں کیا، میں تو اسی لئے روزہ رکھتا ہوں۔

غرض آپ جو کام بھی کریں، اللہ کی رضا کے لئے کریں، مثلاً آپ یہ سوچ لیں کہ آپ یہاں حلال و حرام رزق کمائیں گے۔ اس سے اپنے عیال کی پرورش کریں گے اور جو کام بھی کریں اور جہاں بھی جائیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کریں، طلبہ بھی یہ نیت کر لیں کہ اس کے ذریعہ حرام سے بچیں گے اور اپنی صلاحیتوں سے مسلمانوں کی خدمت کا کام لیں گے، میں کہتا ہوں کہ اس پر آپ کو جہاد کا ثواب ملے گا۔

سب سے بڑا خسارہ یہ ہے کہ کام سب ہو رہے ہیں لیکن احتساب نہیں ہے، اور نیت کا علم بھی نہیں ہے، نیت کے بغیر ہر کام کرتے ہیں۔

آپ ذرائع معاش سے کمانے کے ساتھ اللہ کی وہ رضا حاصل کر سکتے ہیں کہ اس کے قریب رہیں، یہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیاز تھا کسی سے ہنس کر بولتے تھے تو اس میں بھی اللہ کی رضا کی نیت کرتے تھے یہ راستہ کی صفائی بھی نیت کے ساتھ کرتے تھے، چھوٹی چیزوں سے لے کر جہاد اور شہادت تک ہر کام میں نیت ہوتی تھی نیت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم مسلمان اپنا بہت بڑا نقصان کر رہے ہیں۔ اگر نیت ہو تو آپ کی ساری زندگی عبادت بن سکتی ہے آپ یہاں وہ کام کر سکتے ہیں جو لوگوں کو مقامات مقدسہ میں ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ آپ یہاں وہ درجہ حاصل کر لیں جو ان کو حاصل نہیں ہے۔ مگر اس کے لئے استحضار کی شرط ہے آج ہی سے آپ سوچ لیں کہ کسی سے بات کریں گے تو صرف اللہ کے لئے، دنیا کا کوئی کام کریں گے تو نیت سے، یہاں تک کہ گھر والوں کی جو خدمت کریں نیت کے استحضار سے کریں۔ اس پر آپ کو ولایت مل سکتی ہے، ولایت کے لئے ترکِ دنیا کی شرط نہیں ہے، ولایت کے معنی دنیا کو دین کے تابع کرنے کے ہیں۔ (بقیہ صفحہ پر)

دعاؤں اور مناجاتوں کی گھڑیاں

شیخ سعدیؒ نے بوستاں کے آخر میں چند مناجاتیں لکھی ہیں، ان میں ایک خاص کیفیت و نورانیت ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کیا کیا کام لیے ہیں اور مُردہ دلوں کی مسیحائی کس ذریعے کی ہے۔ ایک مناجات وہ اس طرح شروع کرتے ہیں:

بیا تا برآریم دستے ز دل
کہ نتواں برآورد فردا ز گِل

(آؤ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤ۔ ورنہ کل جب یہ ہاتھ مٹی کے انبار کے نیچے دبا ہوگا، اُس میں یہ طاقت نہ ہوگی کہ اُٹھ سکے)۔

بفصل خدا در نہ بینی درخت
کہ بے برگ ماند ز سرمائے سخت
برارد تہی دستہائے نیاز
ز رحمت نہ گردد تہی دست باز

خزاں کے موسم میں تم نے دیکھا ہوگا کہ درختوں پر ایک پتہ بھی نہیں رہ جاتا، سخت سردی کی وجہ سے ایک پتہ رہ بھی نہیں سکتا، اور درخت ایک خشک لکڑیوں کا ڈھانچہ باقی رہ جاتا ہے، زبانِ حال سے خداوند عالم کے حضور ہاتھ اُٹھائے ہوتا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ خالی اُٹھاتا ضرور ہے۔ مگر خالی واپس نہیں کیا جاتا۔ (بارش اس کو سیراب اور سرسبز کر دیتی ہے)۔

پندار ازیں در کہ ہرگز نہ بست
کہ نومید گردد برآوردہ دست
ہمہ طاعت آرند و مسکیں نیاز
بیا تا بہ درگاہ مسکیں نواز
چو شاخ برہنہ برآریم دست
کہ بے برگ ازیں بیش نتواں نشست

دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ رب کریم کا وہ دروازہ جو کبھی بند نہیں ہوتا، ایسا در ہے جس سے کوئی محروم واپس کیا جائے گا۔

ساری کائنات اس در کی بھکاری ہے۔ آؤ اس مسکین نواز کی بارگاہ پر سر نیاز جھکائیں۔ اور ایک شاخ برہنہ (ٹہنی) کی طرح ہم بھی ہاتھ اُٹھائیں کہ اب بے سروسامان رہا نہیں جاتا۔ اور کہیں۔

خداوندگارا نظر کن بجود
کہ جرم آمد از بندگاں در وجود

میرے مالک! اپنے کرم کی ایک نگاہ ڈال دے۔ میرے گناہوں کو نہ دیکھ کیونکہ اگر گناہ نہ ہوتے تو تیرے بندے اس دنیا میں آتے ہی نہیں۔ (اشارہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں ایک گناہ ہی کی وجہ سے ڈال دیا گیا تھا)۔

گناہ آید از بندۂ خاکسار
بامید عفو خداوندگار

گناہ تو ایک ذلیل بندے سے سرزد ہو ہی جاتا ہے کیونکہ اس کو آقا کے در سے معافی کی امید اور ڈھارس ہوتی ہے۔

کریما برزق تو پروردہ ایم
بانعام ولطف تو خو کردہ ایم

میرے کریم! ترے در کے ٹکڑوں پر اب تک پلا ہوں، تیرے انعام وکرم کا عادی ہو چکا ہوں۔

گدا چوں کرم بیند ولطف وناز
نگردد زدنبال بخشندہ باز

ایک بھکاری جب دیکھتا ہے کہ دینے والے میں مہربانی ہے، لطف وکرم ہے اور کسی درجہ ناز برداری بھی کر رہا ہے تو پھر وہ دینے والے کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔

چو مارا بدنیا تو کردی عزیز
بعقبیٰ ہمیں چشم داریم نیز

میرے مولیٰ! تو نے دنیا میں ایک آبرو دے رکھی ہے۔ آخرت میں بھی اس کی امید رکھتا ہوں۔

عزیزی وخواری تو بخشی وبس
عزیز تو خواری نہ بیند زکس

عزت وخواری تو صرف تیرے دست قدرت میں ہے اور صرف تیرے ہی در سے ملتی ہے اور جس کو تو نے عزت دی ہے اس کو کوئی رُسوا نہیں کر سکتا۔

خدایا بعزت کہ خوارم مکن
بذُلِ گنہ شرمسارم مکن

اے مالک! اپنے جاہ وجلال کے صدقے میں مجھے رُسوا نہ کر، مجھے میرے گناہوں کی ذلت سے شرمسار نہ کر۔

مسلط مکن چوں من بر سرم
ز دست تو بہ گر عقوبت برم

میرے مالک! مجھ پر کوئی شخص میرے ہی جیسا مسلط نہ کر۔ اگر سزا دینا ہی ہے تو تیرے ہی ہاتھوں سے پانا بہتر ہے۔

مرا شرمساری ز روئے تو بس
دگر شرمسارم مکن پیش کس

میری شرمندگی ترے حضور ہی کافی ہے۔ دوسروں کے سامنے مجھے رُسوا نہ ہونے دے۔

گرم بر سر افتد ز تو سایۂ
سپہرم بود کمتریں پایۂ

میرے سر پر اگر تیری رحمت کا سایہ پڑ جائے تو یہ آسمان بلند بھی مجھ سے کمتر ہو جائے گا۔

اگر تاج بخشی سر افرازدم
تو بردار تا کس نیند ازدم

تیرا بخشا ہوا تاج مجھ کو سرافراز کر دے گا۔ اگر تو بلند کر دے تو کوئی گرا نہیں سکتا ہے۔

لا یعز من عادیت ولا یذل من والیت۔ یہ دعائے ماثورہ کا ایک جزو ہے دعائے قنوت کے بجائے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ جس کو تو راندے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا اور جس کو تو قریب کرے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا۔ شیخ سعدیؒ کی مناجات میں اس دعا کی روح جھلکتی ہے۔

رمضان المبارک دعاؤں اور مناجاتوں کا مہینہ ہے۔ یوں تو ہر دن دعا کا دن اور ہر رات استغفار ومناجات کی رات ہے مگر رمضان اس کا خاص موسم ہے۔ یہ ایمان کی فصل بہار کا زمانہ ہے۔ یہ وہ دن ہیں جب دریائے رحمت جوش میں ہے۔ چند گنے ہوئے محدود ومختصر دن اور رہ گئے ہیں اس کے بعد آپ اللہ والوں سے سُنیں گے۔

اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی گذر گئے

بشکریہ / ذکر وفکر دہلی

قارئین کرام نوٹ فرمالیں

عید الفطر کی تعطیل کی وجہ سے ۲۵ مارچ ۱۹۹۲ء اور ۱۰ اپریل ۹۲ء کا (شمارہ نمبر ۱۰ تا ۱۱) شمارہ مشترک شائع ہوگا۔ جس کی قیمت ۵۰/۲ ہوگی۔ یہ شمارہ تاخیر سے روانہ کیا جائے گا نیز عید کی تعطیل کی وجہ سے خطوط کے جوابات ودیگر دفتری کاروائی میں تھوڑی تاخیر ہوگی۔

(مینیجر)

رمضان کا آخری عشرہ

سید محمد الحسنیؒ

یہ پرچہ جس وقت آپ کے ہاتھ میں پہونچے گا اس وقت تک نصف سے زیادہ رمضان گذر چکا ہوگا۔ اس مبارک مہینہ سے استفادہ کا انحصار درحقیقت خدائے تعالیٰ کی توفیق اور آدمی کی استعداد وقبولیت پر ہے: ع

در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس

ایک ہی بارش سے ایک طرف لالہ وگل کا چمن اندر چمن تیار ہو جاتا ہے اور دوسری طرف زہریلے اور خاردار پودے بھی اپنا سر نکالتے ہیں، چٹان پر بارش کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہ پاتا اور نرم ونشیبی زمین بارانِ رحمت سے اپنی جھولیاں بھر لیتی ہے اور دل بھر کر اپنی پیاس بجھاتی ہے پھر اس خوش قسمت زمین میں یہ فرق ہے کہ یہی بارانِ رحمت کہیں مہکتے ہوئے گلاب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، کہیں خاردار بدوضع پودے کی شکل میں، کہیں صرف گھاس بھی نہیں اگتی، پھر گھاس کے اقسام میں بھی فرق ہے، شاید اسی بات کو قرآن مجید کے سلسلہ میں یوں کہا گیا ہے:

یُضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً۔ بہتسے اس سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

یہی حال ہدایت خداوندی اور فضل الٰہی کا ہے۔ وہ اگر کسی کو طلب بلا محنت بلا استعداد اور بلا صلاحیت نواز دے تو کسی کو دم مارنے اور چوں وچرا کرنے کا حق نہیں اس لئے کہ اس کی شان فعّال لما یرید اور لا یُسئل عما یفعلُ وھم یسئلون ہے لیکن عام راستہ طلب صادق، محنت اور استعداد کا ہے اگر "ظرف" ہی چھوٹا ہے تو بادۂ ناب کا کیا قصور اور ساقی پر کیا الزام؟ ع

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

لیکن اللہ تعالیٰ کی شانِ کرم اور اس کا دریائے رحمت اس مبارک مہینہ میں اس طرح جوش میں آتا ہے کہ کسی کو خالی اور محروم نہیں رکھتا: ع

"میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے"

یوں بھی اس کا اعلان ہے کہ — جو میری طرف ایک قدم اٹھاتا ہے میں اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ اس کی نگاہ اپنے بندے کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے اور وہ توبہ کرنے والے اور مغفرت چاہنے والے کو بہت پسند کرتا ہے لیکن اس مہینہ میں اس کی رحمت ومغفرت کی شان ہی دوسری ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ رمضان المبارک میں ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے:

یَا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر أقصر

اے خیر کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ، اور اے شر کے تلاش کرنے والے پیچھے ہٹ۔ اس لئے ہم جیسے پست ہمتوں، غفلت شعاروں اور نفس کے ماروں کے لئے بھی یہ مہینہ بڑی امید اور برکت کا ہے۔ اس کی مدد شامل ہو تو اسی میں دل کی گرہ کھل سکتی ہے اور قسمت بدل سکتی ہے اس مادی دنیا میں آدمی جتنا اوپر جاتا ہے ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے اور اس کو بلندی کی طرف جانے میں آسانی ہونے لگتی ہے اور ایک وقت وہ آتا ہے جب زمین کی کشش بالکل ختم ہو جاتی ہے، یہی حال روحانی دنیا کا بھی ہے۔ آدمی صبر وتقویٰ، مجاہدہ وعزیمت اتباع سنت اور شوق ومحبت میں جتنی ترقی کرتا ہے اور اس میدان میں جتنا آگے بڑھتا ہے، مادیت کی کشش، نفس کی طاقت اور حیوانی جذبات اسی قدر کمزور ہوتے جاتے ہیں اور ان کی کشش اور طاقت روز بروز مضمحل ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وقت آتا ہے کہ وہ اس کی کشش سے بالکل باہر ہو جاتا ہے اور یہ نوید حق اس کے کانوں میں صاف سنائی دیتی ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

اللہ تعالیٰ نے مہینہ بھی یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ لوگ بھی جو اور مہینوں میں نفس وشیطان کے غلبہ سے کچھ نہ کر سکے اور جن ..... میں یہ طاقت نہ تھی کہ حیوانی اور بہیمی جذبات پر قابو پا سکیں اور زمام نفس کو مضبوطی سے تھام لیں وہ آگے بڑھیں اور ہمت کر کے اس مہینہ کی برکت سے فائدہ اٹھائیں، اور اپنی گذشتہ کوتاہیوں اور ناعاقبت اندیشیوں پر ندامت کے آنسو بہائیں۔

یہ آخری عشرہ جو اب گذر رہا ہے اس لحاظ سے اور توجہ کے قابل ہے کہ لیلۃ القدر (شب قدر) زیادہ تر اسی میں اور اعتکاف جیسی نعمت اسی میں میسّر آتی ہے حضرت عائشہؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو خدا توفیق دے تو یہ عشرہ کسی مسجد میں پڑے رہنے کا ہے کہ اس طرح اعتکاف میں دن ورات کا پورا حصہ صرف ایک دھن ایک خیال اور ایک فکر میں گذرے گا۔ اور اپنے مالک ومولیٰ کو طرح طرح سے راضی کرنے کا موقع ملے گا۔ اور دنیاوی مشاغل مانع نہ ہوں گے پھر لیلۃ القدر کی تلاش اور طاق راتوں میں عبادت وانابت اور خدا کی طرف رجوع جتنا اعتکاف کے ساتھ آسان اور مؤثر ہے اتنا کسی اور طریقہ اور ذریعہ سے نہیں ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ بات دل سے لگی ہو اور نظر خدا کے درِ رحمت پر جمی ہو۔

اگر یہ بات حاصل ہے تو آدمی واصل ہے اس لئے کہ ٹوٹے ہوئے دل کی صدا اور خدا کی رحمت شاملہ پر پورا بھروسہ وہ جنس ہے جو اللہ کی نظر میں بڑی بڑی ریاضتوں اور عبادتوں سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ ادا اس کے دربار میں سب سے زیادہ محبوب ومقبول ہے اگر اس نعمت "شوق" کا ایک ذرہ بھی حاصل ہے تو اپنے کو خوش قسمت سمجھنا چاہئے۔ خدا کا شکر بجالانا چاہئے اور کسی حالت میں مایوس اور بددل نہ ہونا چاہئے۔ ع

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو

شب قدر کی اہمیت اور اعتکاف کی فضیلت کے بارہ میں چند احادیث پر یہ بات ختم کی جاتی ہے ورنہ حق تو یہ ہے کہ عمل کا جذبہ ہو اور دل زندہ ہو تو ایک حدیث اور ایک آیت بلکہ کسی مرد صالح کا ایک جملہ دل کی دنیا بدل دینے کے لئے کافی ہے اور جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ تھا ان کے ساتھ اس قسم کے واقعات کثرت سے پیش آئے ہیں۔

عن انس قال دخل رمضان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الشھر قد حضرکم وفیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرمھا فقد حرم الخیر کلہ ولا یحرم خیرھا الا محروم

لیلۃ القدر اور اعتکاف

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا۔ اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول اللہ ارأیت ان علمت ای لیلۃ القدر ما اقول فیھا قال قولی۔ اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ (رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وصححہ کذا فی المشکوٰۃ)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہو اے اللہ تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھے۔

آخری عشرہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اخیر عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کس لیتے تھے ان کے الفاظ یہ ہیں:

"شد مئزرہ واحیا اللیلۃ وایقظ اھلہ" اپنی کمر کس لیتے تھے اور شب بیداری فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں اعتکاف کے لئے یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

من اعتکف یوماً ابتغاء وجہ اللہ جعل اللہ بینہ وبین النار ثلاث

خنادق البعد کما بین الخافقین

جس نے اللہ کی رضا کے لئے ایک دن بھی اعتکاف کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان و زمین کی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ معتکف کے لئے ایک اور حدیث میں یہ فضیلت آئی ہے۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المعتکف ھو یعتکف الذنوب ویجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا (مشکوٰۃ وابن ماجہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارہ میں فرمایا۔ وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے۔

رمضان المبارک کی ان برکتوں رحمتوں اور اس کی خصوصیت واہمیت پر ایک حدیث اور پیش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مبارک ایام سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور سئیات و منکرات سے محفوظ رکھے اور ان محروموں اور بدنصیبوں میں ہمارا شمار نہ فرمائے جن کے دل کی آنکھیں ان دنوں میں بھی بند رہیں اور جن کے قلوب پہلے کی طرح اس مہینہ میں بھی سخت اور غافل رہے۔

عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوما وحضرنا رمضان اتاکم شھر برکۃ یغشاکم اللہ فیہ فینزل الرحمۃ ویحط الخطایا ویستجیب فیہ الدعاء ینظر اللہ تعالیٰ الی تنافسکم فیہ ویباھی بکم ملائکتہ فاروا اللہ من انفسکم خیرا فان الشقی من حرم فیہ رحمۃ اللہ عزوجل (رواہ الطبرانی)

حضرت عبادہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا: کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں خطاؤں کو معاف کرتے ہیں دعا کو قبول کرتے ہیں۔ تمہارے تنافس یعنی دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کے جذبہ کو دیکھتے اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔

بقیہ ولایت کا مختصر راستہ

صحابۂ کرام میں اور تابعین میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو دنیا کے مشاغل میں مصروف تھے، سرکاری ملازمتوں میں اور زندگی کے مختلف محاذوں میں رہتے ہوئے ولایت کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے، کتنے لوگ دین کے کام میں رہ کر اس مقام پر نہیں پہنچ سکے۔ اس میں کوئی دقت نہیں ہے کہ آپ اپنے سارے مشاغل میں اللہ کی رضا کی نیت کر لیں، جہاں کوئی اللہ کا کوئی حکم بتلائے اس پر سر تسلیم خم کر لیں۔ اور اس راستہ میں اپنے مالی نقصان کو گوارا کر لیں اس پر کتنے لوگ درجۂ ولایت تک پہنچ جائیں گے، کتنے لوگ دین کی فضا میں رہ کر محروم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں جغرافیہ کی تقسیم نہیں ہے شرط ہے رضائے الٰہی کے طلب کی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ نزول قرآن

فاھجر"۔ اس کے بعد تسلسل کے ساتھ وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس کے بعد تین برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی اور رازدارانہ طور پر تبلیغ و دعوت اور ان کے قریب ترین اعزا و احباب میں سے تیس افراد نے اسلام قبول کیا اس کے بعد کھلم کھلا دعوت اسلام کا حکم آ گیا اور آپ نے باآواز بلند مکہ کی گلیوں، پہاڑیوں اور قریش کی مجلسوں اور باہر سے آنے والے قبیلوں میں پوری سرگرمی سے دعوت کا فریضہ انجام دیا۔ یہ دعوت و تحریک اسی ماہ مبارک کا تحفہ ہے جسے قرآن مجید کے الفاظ میں سنئے:

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان"

ماہ رمضان میں جس میں قرآن مجید بھیجا گیا، جس کا ایک وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ذریعۂ ہدایت ہے اور دوسرا وصف واضح الدلالۃ ہے منجملہ ان کتب کے جو ذریعہ ہدایت بھی ہیں اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی بھی ہیں یہی وہ تحفہ ہے جس نے نسل انسانی کو خیر و برکت امن و سلامتی سکھ و چین اور فلاح و بہبود سے مالامال کر دیا بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے یہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

غزل

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

تغیر جب بھی نظم میکدہ میں لوگ لاتے ہیں / تو کتنے جام جم ٹکرا کے باہم ٹوٹ جاتے ہیں
سنایا ہوگا تم کو جانے کیا کیا کچھ رقیبوں نے / سنو اب ہم بھی اپنی داستان غم سناتے ہیں
رہے صدیوں میں منجملۂ خاصان میخانہ / ہمیں کو آج کل کے رند اب آنکھیں دکھاتے ہیں
یہ گلشن جس کو ہم نے اپنے خون دل سے سینچا تھا / غضب ہے اب ہمیں ہم اجنبی کہلائے جاتے ہیں
پذیرائی نئے پیر مغاں کی کی ہے رندوں نے / وہ آئے تو ہیں لیکن دیکھئے کیا گل کھلاتے ہیں
زمانہ ہو گیا آنکھوں سے ہم نے مے کبھی پی تھی / مگر اب تک قدم اکثر ہمارے لڑکھڑاتے ہیں
طفیل اپنے یہاں بنت العنب ممنوع ہے بالکل
نہ خود پینے کے قائل ہیں نہ غیروں کو پلاتے ہیں

بقیہ نتیجہ معہد دار العلوم ندوۃ العلماء

شمس تبریز	اول	محمد ناظم	دوم	محمد خالد	ناکام
سراج احمد	〃	صباح الدین	〃		
محمد ساجد	〃	جعفر علی	سوم		
محمد فرقان	〃	صدیق اختر	〃		
علی اصغر	〃	شمیم احمد	〃		
اشرف علی	دوم	عزیز الرحمن	〃		
شمشاد علی	مرتقی	محمد صہیب	〃		
صدر المبین	〃	محمد یوسف	مرتقی		
منصور احمد	محفوظ	زبیر احمد	〃		
درجہ اطفال		محمد علقمہ	[illegible]		
عبد الکریم	اول	کلیم احمد	ناکام		
کاشف حسین	〃	محمد علی اکبر	〃		
محمد ثاقب	دوم	ظفیر عالم	〃		
عبد السلام	〃	محمد یوسف	〃		
نعیم اللہ	〃	محمد شاکر	〃		

نوٹ
۲۰ر شوال تک معہد میں تعطیل رہے گی، ۲۱ر شوال سنیچر کی صبح کو معہد کھلے گا۔ جو طلبہ ضمنی ہیں وہ ۱۷ر شوال منگل کی صبح کو ۸ بجے امتحان دینے کیلئے حاضر ہو جائیں۔ ضمنی آنے والے باہر کے طلباء ۱۶ر شوال ہی کو دار العلوم آجائیں۔ جو طالب علم ضمنی ہوگا اور مقررہ تاریخ پر حاضر ہو کر امتحان نہ دے گا وہ ناکام قرار دیا جائے گا۔ ناظم معہد

کتاب کا علم سے گہرا رشتہ ہے
یہی وجہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ انسان کو قلم کے ذریعہ علم دیا گیا اسلئے آپ بھی اسلامی کتابوں سے استفادہ کیجئے جو ذہن و دماغ میں انقلاب اور زندگی میں عظیم تبدیلی لا سکتی ہیں
ندوۃ الجنسی و دار المطالعہ
اعظم کالج اعظم پور رشید آباد [illegible] (یوپی)
گذشتہ چند برسوں سے اسلامی کتابوں کی نشر و اشاعت کا کام کر رہا ہے جہاں آپ کو عرب و عجم کی ممتاز علمی شخصیت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم و مشہور عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی و دیگر اہل علم علمائے حقانی کی مایہ ناز کتابیں دستیاب ہیں۔ نیز ندوۃ الجنسی کی جانب سے ایک اہم و معرکۃ الآراء کتاب "رؤیت ہلال کا مسئلہ" آفسٹ ایڈیشن نہایت دیدہ زیب کتابت و آفسیٹ پر معیاری طباعت کے ساتھ شائع کی گئی ہے جو مشہور اہل قلم مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قلم کا شاہکار اور علمی تحقیق کا نتیجہ ہے جس کو اہل علم نے اس موضوع کی مایہ ناز تصنیف قرار دیا ہے۔ کتب خانہ الفرقان، مکتبہ الفرقان اور مکتبہ اسلام سے کتاب طلب کر سکتے ہیں۔
ندوۃ الجنسی میں کتابیں ۲۵ فیصد ڈسکاؤنٹ پر دستیاب ہیں۔
دار المطالعہ ندوہ میں آپ کتابیں رسائل پڑھ سکتے ہیں اور مستعار بھی لیجا سکتے ہیں

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور نزول قرآن مجید

ڈاکٹر سید محمد اجتبا ندوی
صدر شعبۂ عربی و فارسی الٰہ آباد یونیورسٹی الٰہ آباد

رمضان المبارک خیر و برکت، سچائی وفیاضی، طاعت الٰہی و عبادت، نور و ایمان اور تزکیہ و طہارت کا مہینہ ہے، انسانی معاشرہ کی ترقی، فلاح و بہبود اور کامیابی وکامرانی کا مہینہ ہے خدا تعالیٰ کے یہاں مقبولیت و محبوبیت، اجر و ثواب، اور خصوصی معاملہ اور برتاؤ کا مہینہ ہے، باری تعالیٰ نے اس ماہ کے روزوں اور عبادت وطاعت کو ایک مخصوص اور ممتاز درجہ عطا فرمایا ہے، اور اس کا اجر و بدلہ بذات خود عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ "الصوم لی وانا اجزی بہ" "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا" ہم جب تاریخ اسلام کے اوراق پر نظر ڈالتے ہیں تو بڑے ہی اہم، تاریخ ساز، مثالی کردار اور اعلیٰ اقدار کے واقعات و حوادث رمضان مبارک میں پیش آتے دکھائی دیتے ہیں، رمضان مبارک میں روزوں کے باوجود ایثار و قربانی، جہاد و فدا، شجاعت و بہادری، طاعت و فرمانبرداری، اور راہ حق میں سب کچھ نچھاور کر دینے کے سبق آموز نمونے ملتے ہیں، اسلام نے دنیا کو علم و آگہی، دانش و حکمت، عرفان و بصیرت، مذہب و تمدن اور کامیابی وکامرانی کے سبق سکھلائے، اور اسے ایسی راہ پر لگا دیا کہ جس پر چل کر اسے کبھی مایوسی اور ناکامی کا شکار نہ ہونا پڑے گا۔

انسانی معاشرہ کے لئے رمضان مبارک کا سب سے عظیم الشان تحفہ بعثت نبوی اور نزول قرآن مجید ہے، جو اسی ماہ مبارک کی ۱۷ر تاریخ کو اللہ رب العزت نے عطا فرمایا۔ تو لیجئے دیکھئے اسلام سے کچھ قبل جزیرۂ عرب کا مقدس اور متمدن شہر مکہ مکرمہ عربوں کا مرکز اور قیادت و تجارت کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ مکہ کے اعیان و سربراہ بڑی عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، مشہور و سرکردہ قبیلۂ قریش کے سردار عبد المطلب بنی ہاشم ہیں عام الفیل ۵۷۱ء میں ان کا دولت کدہ نور نبوت سے جگمگا اٹھتا ہے اور پورے شہر میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے

ہر ایک خوش و شاداں ہے عبد المطلب اس مبارک نومولود کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجویز کرتے ہیں نام نیا اور انوکھا ہے حضرت عبد المطلب بھی ان میں کچھ نیا پن اور غیر معمولی بات محسوس کر رہے ہیں، محبت و قدردانی کے سایوں میں عمر کے چالیس برس مکہ مکرمہ کی مبارک وادی اور پرکشش پہاڑیوں میں گذارتے ہیں اہل مکہ پیار میں ڈوبے ہوئے "صادق و امین" کے لقب سے پکارتے ہیں، آپ کو لہو ولعب کھیل تماشا، اور بیت اللہ میں رکھے ہوئے بتوں اور اس سے متعلق رسوم و رواج سے نہ دلچسپی ہے اور نہ سروکار، خاموشی اور عزلت کی جانب طبیعت کا میلان ہے، عمر نے چالیس کا عدد ابھی پورا نہ کیا تھا۔ کہ گوشہ گیری اور غور و فکر کا رجحان غالب آ گیا اور شہر کی آبادی سے کچھ دور الگ ایک پہاڑ حرا کے غار کو غور و فکر اور طاعت الٰہی کے لئے پسند فرمایا۔

وفا شعار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چند روز کا توشہ تیار کر کے ہمراہ کر دیتیں آپ غار حرا میں قیام فرماتے۔ جب توشہ ختم ہو جاتا تو اتر کر گھر تشریف لاتے اور دوبارہ توشہ لے کر غار حرا روانہ ہو جاتے۔ راستہ چلتے وقت شجر و حجر مخاطب کرتے ہوئے باآواز بلند کہتے السلام علیک یا رسول اللہ! آپ ادھر ادھر نظر دوڑاتے تو شجر و حجر کے سوا کچھ اور نہ دیکھتے۔ بعثت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں آج بھی غار حرا جاتے وقت سلام کرنے والے پتھروں کو پہچانتا ہوں۔

معزز قارئین! معمول کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تشریف فرما ہیں دین حنیف کے مطابق عبادت وطاعت الٰہی میں مشغول و منہمک ہیں، اچانک ایک آواز چونکا دیتی ہے اے محمد پڑھو! آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پورے واقعہ کی روایت کی ہے آپ بھی پڑھئے:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے میں اچھے خواب دیکھنے شروع کئے جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی سفیدی کی طرح عیاں و روشن ہو جاتا پھر انہیں گوشہ گیری اور عزلت نشینی اچھی لگنے لگی۔ اکیلے غار حرا میں بیٹھ کر عبادت کرتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور کچھ راتوں کے لئے توشہ تیار کرا کے لے جاتے یہاں تک غار حرا ہی میں حق آ گیا۔ ان کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ پڑھو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے مجھے اپنی گرفت میں لیا اور خوب زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ پڑھو۔ آپ نے جواب میں فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو پھر دوبارہ مجھے پکڑا اور پوری طاقت سے بھینچا، اور چھوڑ دیا، اور کہا کہ پڑھو میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر تیسری بار اپنی گرفت میں لے کر زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا کہ: اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم

اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے اور ان کا دل کانپ رہا تھا آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور فرمایا مجھے اڑھاؤ مجھے اڑھاؤ تو آپ کو اچھی طرح اڑھا دیا یہاں تک کہ خوف و لرزہ دور ہو گیا۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پورا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں لوگوں کی مدد کرتے ہیں مسکین و محرومی کے شکار انسانوں کی دست گیری کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق و سچائی کی راہ میں تعاون و مدد کرتے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے گھر آئیں۔ ورقہ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا وہ عبرانی زبان پڑھتے تھے اور لکھتے تھے وہ انجیل عبرانی زبان میں لکھتے تھے، وہ بہت ہی بوڑھے ہو گئے تھے، ان کی بینائی بھی جاتی رہی تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ اپنے عم زاد سے ان کا واقعہ سن لیجئے۔ ورقہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے برادر زادے تم کیا دیکھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا سب بیان کر دیا۔ ورقہ نے ان سے کہا کہ یہ تو وہی وحی لانے والا فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ کاش میں جوان اور طاقتور ہوتا کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کو آپ کی قوم نکالے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا مجھے میری قوم نکال دے گی۔ ورقہ نے کہا کہ ہاں! آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں جو بھی یہ چیز لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی اور اسے اذیت پہونچائی گئی۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس کے بعد ہی ورقہ وفات پا گئے، اور وحی رک گئی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمت افزائی اور ورقہ کی وضاحت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے خطرہ دور ہو گیا اور یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا ہے:

چنانچہ وحی کا رک جانا بڑا گراں گذرا اور دل میں یہ خدشات پیدا ہوئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی بات ناپسند تو نہیں کی۔ جس کا ذکر سورہ والضحیٰ میں کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین اور بے چینی سے باہر نکل جاتے اور پہاڑیوں کے چکر لگاتے آسمان کی جانب دیکھتے صحیح روایت کے مطابق اس کے چھ ماہ کے بعد اسی فکر و تشویش کے عالم میں پھر جبرئیل علیہ السلام نظر آئے اور وحی کا سلسلہ قرآن پاک کی آخری آیت تک قائم ہو گیا۔

امام بخاری ہی نے روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں چلا جا رہا تھا کہ معاً آسمان سے ایک آواز سنائی دی میں نے نگاہ اوپر اٹھائی تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کیفیت کو دیکھ کر ڈر گیا۔ اور واپس ہوا اور کہا کہ مجھے اڑھا دو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یا ایھا المدثر، قم فانذر، وربک فکبر، وثیابک فطھر، والرجز

(باقی صفحہ ۸ پر)

ندوہ کے شب و روز:

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مسجد اقصیٰ کے جلا وطن امام محمد صیام کی آمد

مسلمانوں کے قبلۂ اول مسجد اقصیٰ کے ساتھ یہودیوں کے رویئے اور فلسطین کی بازیابی تحریک کے بارے میں آج لکھنؤ کو پہلی بار مسجد اقصیٰ کے امام اور خطیب اور تحریک کے سرگرم علمبردار ڈاکٹر محمد صیام کی زبانی حالات معلوم ہوئے جنھوں نے یہودیوں سے کسی قسم کے بھی تعلقات کے خلاف سخت انتباہ دیا اور اعلان کیا کہ انتفاضہ کی تحریک امن کانفرنس کی شدت سے مخالفت کرتی ہے جو امریکا کی ایک سازش ہے کہ یہودیوں کو جن سے وہ ممالک خود عاجز آچکے ہیں دوسروں پر تھوپا جائے۔ یہودیوں سے تعلق قائم کرنا گویا بچھو سے تعلق قائم کرنا ہے۔

ڈاکٹر محمد صیام دارالعلوم ندوۃ العلماء کی وسیع مسجد میں مغرب کے بعد شہریوں کے ایک جم غفیر سے خطاب کر رہے تھے جن کے پیچھے مسلمانوں نے مغرب کی نماز بھی ادا کی۔ ان کی لکھنؤ آمد کو عالم اسلام کی ممتاز شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جن کی دعوت پر ڈاکٹر صیام ایک روز کے لئے اس تاریخی شہر میں آئے تھے "بیت المقدس" کے ایک جھونکے سے تعبیر کیا اور اس بات کو خاص اہمیت دی کہ مسجد اقصیٰ اور فلسطین کے مسئلے کے بارے میں وہیں کے امام سے جو ایک ذہین تجربہ کار صاحب عقیدت صاحب دعوت اور ذمہ دار شخصیت ہیں ہمیں بہت کچھ معلوم ہوا انھوں نے اتنی بار مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کا نام لیا کہ ہمیں محسوس ہوا کہ جیسے وہاں کا جھونکا آیا ہے۔

ڈاکٹر صیام نے پر جوش لہجے میں عربی میں تقریر کی جس کا بہت ہی جامع اور بامحاورہ ترجمہ مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے پیش کیا اس سے قبل مکہ یونیورسٹی کے سابق پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ڈاکٹر صیام کا تعارف کرایا۔

ڈاکٹر محمد صیام انتفاضہ تحریک کے رہبر ہیں اسرائیل کی حکومت نے انہیں ملک سے نکال دیا تھا۔ وہ اسرائیلی مقبوضہ غازہ پٹی میں قائم فلسطینی یونیورسٹی میں درس دیتے رہے تھے وہاں سے نکالے جانے کے بعد اب وہ ایک سال سے سوڈان میں مقیم ہیں۔ اور تحریک کی قیادت بھی کر رہے ہیں

امام موصوف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے عقیدت!

اس سے قبل امام موصوف نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام ندوہ کے وسیع سبزہ زار پر ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فلسطین اور یہودیوں کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کو عالم اسلام کا مربی قرار دیا اور کہا کہ اخوان المسلمین کے بانی شیخ حسن بنا نہیں رہے، سید قطب نہیں رہے، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نہیں رہے تنہا مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایک ایسی ذات ہے جس سے عالم اسلام کی دینی علمی اور فکری سربراہی وابستہ ہے جب کوئی خاص واقعہ پیش آتا ہے تو عالم اسلام روشنی کے لئے ان کی طرف دیکھتا ہے انھوں نے مسئلہ فلسطین کو اس کے تنگ اور محدود دائرے سے نکال کر سارے عالم اسلام کا مسئلہ بنا کر پیش کیا۔ اور فلسطین کے مسئلے کو سارے مسلمانوں کا مسئلہ بنا دیا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس بات کو سمجھیں۔

امام صاحب نے پر جوش لہجے میں فصیح عربی میں خطاب کیا جس کا ترجمہ بعد میں ندوہ کے رکن انتظامی ڈاکٹر محمد یونس نگرامی نے اس رپورٹر کے لیے کیا۔ اور بتایا کہ محمد صیام صاحب نے فلسطین کی بازیابی تحریک کے لئے جو جہاد چھیڑ رکھا ہے اس میں پتھر کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں ابرہا کا واقعہ یاد دلایا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ بھی یاد دلایا جنھوں نے جالوت کو پتھر مارے تھے اور کہا کہ اب پتھروں میں گویائی آنے لگی ہے۔ جب یہودی پتھروں میں پناہ لینے کے لئے چھپیں گے۔ تو وہ پتھر بول کر بتائیں گے کہ وہ یہاں چھپے ہیں۔

اس سے قبل رابطے کے سکریٹری جنرل اور عربی ادب کے ممتاز اسکالر و استاد مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جو جلسے کی نظامت کر رہے تھے مولانا علی میاں کی تقریر کی جگہ ان کی مکہ مکرمہ میں یا سر عرفات کی موجودگی کے موقع پر ٹیپ کی جانے والی تقریر کا ٹیپ سنایا اور جمعیت الشباب کے روح رواں مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ مولانا سید محمد رابع نے اپنے مہمان کو کچھ کتابوں کا تحفہ پیش کیا۔

نماز مغرب

اگرچہ مسجد اقصیٰ کے امام کی جیسی عالمی شخصیت کی لکھنؤ میں آمد کی زیادہ تشہیر نہیں ہو سکی تھی لیکن اس کے باوجود ان کی امامت میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے ندوہ میں شہر کے مسلمانوں کا اتنا مجمع تھا کہ ندوہ کی مسجد تنگ پڑ گئی تھی اور مسجد کے حدود کے باہر ایک وسیع حصے میں صفیں بچھ گئی تھیں اور نماز کے دوران بھی لوگ بے تحاشہ چلے ہی آ رہے تھے۔

ہوائی اڈے پر:

اس سے قبل امام مسجد اقصیٰ محمد صیام کا استقبال کرنے کے لئے شہریوں کی ایک بڑی تعداد لکھنؤ ایرپورٹ پر پہنچ گئی تھی اور ان کو کاروں کے ایک قافلے کے ساتھ ندوہ لایا گیا۔

ڈاکٹر صیام نے اپنی تقریر میں کہا کہ فلسطین کے مسئلے کو خالص مقامی مسئلہ بنا دیا گیا ہے اور ایسے لوگ سامنے آگئے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی بیت المقدس کی آزادی سے ان کا کوئی تعلق ہے یہ مسئلہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا ہے۔ اسلام میں عربوں کو کوئی خصوصیت نہیں دی گئی ہے اس لئے یہ عربوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا ہے انھوں نے کہا کہ اسلام میں عرب و عجم کی تفریق نہیں ہے اس ضمن میں انھوں نے غازی صلاح الدین ایوبی اور حضرت بلال کا نام لیا۔

ڈاکٹر صیام نے بتایا کہ یہودی مسجد اقصیٰ کو طرح طرح سے نقصان پہنچا رہے ہیں کبھی اس کو نذر آتش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی اس کی بنیاد کو کمزور کرنے کے لئے کھدائی کرتے ہیں۔

انھوں نے فلسطین کے مسئلے کو تنگ دائرے میں کرنے کے لئے عربوں پر بھی سخت نکتہ چینی کی اور کہا کہ امت مسلمہ حکمرانوں کے ڈنڈوں سے ہانکے جانے کے لئے نہیں ہے اگر سارے عرب حکام مسجد اقصیٰ کو چھوڑ بھی دیں تو یہ مسلمانوں کا کام ہوگا کہ اس کے لئے جان کی بازی لگا دیں انھوں نے مسلمانوں کو للکارتے ہوئے کہا کہ آپ کو بیت المقدس کی آزادی کے لئے اٹھنا ہوگا کیونکہ یہودیوں کا بیت المقدس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

انھوں نے کہا کہ یہودی امریکہ اور یورپ کو بھی شدید نقصان پہنچا رہے ہیں ان کی معیشت کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے اسی لئے یہودیوں کو ہم پر تھوپا جا رہا ہے خلیج کی جنگ کا بھی یہی مقصد تھا جس میں کویت اور عراق کو سامراج کے ٹھیکے داروں نے لڑوایا۔ نتیجے میں سرزمین عرب پر باہری فوجیں آکر قابض ہوگئیں اب ان کو کون نکالے گا آج امن کانفرنس کی جا رہی ہے اور فلسطین کو دھوکہ کیا جا رہا ہے اس کانفرنس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں یہودیوں کو فلسطین کا جو حصہ دیا گیا تھا اور ان کا غاصبانہ قبضہ کرایا گیا تھا اب اس حق کو قانونی شکل دیدی جائے۔

ڈاکٹر صیام نے افسوس ظاہر کیا کہ ہندوستان اور چین جیسے ملکوں نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا ہے۔ انھوں نے انتباہ دیا کہ یہودیوں نے جو فلسطین کے ساتھ کیا ہے اگر ہندوستان نے ان سے دوستی کی تو ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا۔ یہاں کی معیشت تباہ کر دی جائے گی اور اخلاقی قدروں کو مٹا کر رکھ دیا جائے گا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ ان سے ناطہ نہ جوڑا جائے۔

انھوں نے کہا کہ ہماری انتفاضہ تحریک آخر دم تک جاری رہے گی۔ پتھر سے لڑیں گے وہ نہ ہوگا تو ناخنوں سے لڑیں گے یا ہاتھ سے لڑیں گے۔ جب تک مسلمان یہودیوں سے آخری جنگ نہ لڑلیں دم نہ لیں گے۔

تاریخ کا المیہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی حمیت کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ ہندوستان کی خصوصیت رہی ہے کہ اس نے مذہب اسلام اور اقتدار اسلام کے لئے اس حمیت کا ثبوت دیا ہے جس کی مثال عالم اسلام کے بہت کم ملکوں میں ملتی ہے۔ انھوں نے تحریک خلافت کی مثال پیش کی اور کہا کہ یہ خصوصیت قائم رہنا چاہئے۔ دینی حمیت اور غیرت کا اور دینی احساس کا اظہار یہاں کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک جزو ہے۔ اس پر شدت سے قائم رہنا چاہیے۔

مولانا علی میاں نے یہودیوں کی فطرت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تاریخ انسان گواہ ہے کہ اگر اخلاقی قدروں، انسانیت، اخوت وغیرہ کو سب سے زیادہ خطرہ رہا ہے تو وہ یہودیوں سے جس نے انسانیت کے خلاف ہر دور میں سازش کی ہے۔ مولانا نے یہودیت کو انسانیت کے لئے خطرے سے متعلق کئی مثالیں دیں جن میں کارل مارکس کا بھی ذکر

شامل تھا جو کمیونزم لایا وہ بھی یہودی ہی تھا۔ انھوں نے کہا کہ روس اور امریکا وغیرہ ہر جگہ جہاں غیر فطری نظام ملتے ہیں وہاں یہودیوں کا ہی دماغ نظر آتا ہے لیکن یہ تاریخ کا المیہ ہے کہ انسانی تہذیب اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پہلی بار یہودیت اور عیسائیت ایک ہوئی ہے حالانکہ دونوں مذہبی اعتبار سے ایک دوسرے سے عداوت رکھتے ہیں۔

مولانا علی میاں نے انتباہ دیا کہ یہ اتحاد پورے عالم انسان اور انسانیت کی بقا کے لئے خطرہ ہے انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کئے جانے کے سلسلے میں ہندوستان کے لئے بھی خطرہ ہے

ندوۃ العلماء میں دارالقضاء کے شعبے کا افتتاح

یوپی کی راجدھانی لکھنؤ میں واقع مشہور عالم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سربراہ اور ممتاز عالم دین مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ہاتھوں بالآخر ندوہ میں المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی کی سطح کا ایک شعبہ المعہد العالی للقضاء والافتاء کے نام سے قائم ہو گیا ہے جسے تحریک ندوۃ العلماء کے آغاز ہی سے بانیان ندوہ نے اپنے مقاصد میں شامل کیا تھا۔

قضاء اور افتاء کے شعبوں پر مشتمل اس معہد (فیکلٹی) کے لئے ایک وسیع اور شایان شان عمارت کی تعمیر پہلے ہی ہو چکی ہے۔ اس معہد کا ایک مدیر اعلا اور ایک سکریٹری ہوگا اور افتاء اور قضاء تحقیقات شرعیہ اس کے شعبے ہوں گے، ہر شعبہ کا ایک ذمہ دار ہوگا جس کے معاونین بھی ہوں گے

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جو شعبہ کی افتتاحی تقریب کی صدارت کر رہے تھے۔ اپنی مختصر تقریر میں دارالقضاء کی ضرورت اہمیت اور خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے ایک مضمون میں یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان جہاں بھی اقلیت میں رہے ہیں وہاں ان کا اپنا نظام قضاء رہا ہے۔ ان کے ذمہ داروں کو "دانشمند" کہا جاتا تھا مولانا علی میاں نے جو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر بھی ہیں کہا کہ مسلمانوں کو اپنے عائلی قوانین میں خود کفیل ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کو اپنی ملی زندگی کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے قوانین میں خود کفیل ہوں اور اپنے تنازعات اور جھگڑے دارالقضاء میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے کے مطابق حل کریں۔

مولانا نے فرمایا کہ اسلامی عدالت سے جب دونوں فریق فیصلہ سن کر نکلتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے خوشی کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں لیکن جب سرکاری عدالتوں سے دونوں فریق نکلتے ہیں تو ہر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی تاک میں رہتا ہے۔

آج کل عدالتوں میں سخت پریشانی ہوتی ہے۔ لمبی مدت گزر جاتی ہے اور فیصلہ بھی حق کے خلاف ہوتا ہے۔ اسلامی عدالتوں کے نمونے اگر پیش کئے جائیں تو غیر مسلم ان نمونوں کو دیکھ کر اسلامی عدالت میں آنے کی خواہش کریں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ یہاں خرچ بھی کم ہے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ بھی ہوتا ہے۔ یہ اسلام کی بہت بڑی تبلیغ ہوگی۔ مولانا علی میاں نے فرمایا: کہ مسلمانوں کو اپنی مالیات میں بھی خود کفیل ہونا چاہئے خود ان کے اپنے غیر سودی بینک قائم ہوں تا کہ ان کو سودی بینکوں میں نہ جانا پڑے اگر یہ دونوں کام یعنی اسلامی عدالتوں کا قیام اور غیر سودی بینکوں کا قیام ہو گئے تو یہ بہت بڑا کام ہوگا

اس موقع پر ندوہ کے معتمد تعلیم ڈاکٹر مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی نے مختلف میدانوں میں ندوۃ العلماء کی قابل قدر خدمات کا ذکر کیا۔ انھوں نے معہد کے چاروں شعبوں کے ذمہ داروں اور ان کے معاونین کے نام کا بھی اعلان کیا۔

اس تقریب میں جس کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے اور اختتام مولانا علی میاں کی دعا پر ہوا۔ ندوہ کے تمام اساتذہ طلباء اور باہر سے آنے والے مہمانوں نے شرکت کی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شعبہ شریعت کے استاد اور دارالقضاء (اسلامی عدالت) کے قیام اور اس کی ترقی کے کام میں بے حد سرگرم نوجوان عالم دین مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے اس موقع پر اپنے تعارفی کلمات میں کہا نظام قضاء اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے اور تمام مسلمانوں پر یہ بات لازم ہے کہ ان کے معاملات اور تنازعات قرآن و حدیث کی روشنی میں طے ہوں اسی فریضہ کی تکمیل کے لئے یہ معہد قائم کیا گیا ہے جو دارالافتاء، دارالقضاء، مجلس تحقیقات شرعیہ اور مجلس مذاکرۂ علمی کے ذیلی شعبوں پر مشتمل ہے ــــ انھوں نے بتایا کہ دارالعلوم کے قیام کے ساتھ ہی دارالافتاء بھی قائم کیا گیا تھا۔ لیکن زمانہ کے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر ندوۃ العلماء کے دیگر شعبوں کی طرف بیشی توجہ مبذول کی جاتی رہی، دارالافتاء کو وسیع کرنے اور اس کے متعلق شعبے قائم کرنے کی طرف وہ توجہ نہ کی جا سکی البتہ زمانے کے جدید حالات کے پیش نظر نئے ابھرنے والے مسائل کے بارے میں فقہی حل طے کرنے کے لئے ایک شعبہ تحقیقات شرعیہ کا بھی قائم کیا گیا۔ جس نے متعدد اہم مسائل پر علماء فقہ کو جمع کیا اور مسائل پر غور و فکر کیا۔ اور بعض اہم فیصلے بھی کئے انھوں نے فرمایا کہ ادھر دو سال سے باقاعدہ فضیلت کے سندی سال سے فراغت پانے والے طلبہ کے لئے تدریب افتاء کا انتظام کیا گیا ہے۔

ایک عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ شعبۂ قضاء کا قیام بھی عمل میں لایا جائے تاکہ ملک میں قائم ہونے والے دارالقضاء یا شرعی عدالتوں کے لئے باصلاحیت افراد تیار کئے جائیں چنانچہ ذمہ داران دارالعلوم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ "المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی کی سطح کا ایک شعبہ "المعہد العالی للقضاء والافتاء" قائم کیا جائے جو افتاء و قضاء کے شعبوں پر مشتمل ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ اس نئے شعبے کا کورس دو سالہ ہوگا جو فضیلت کے مساوی ہوگا۔ درجہ عالمیت سے فارغ طلبہ اس میں داخلہ لے سکیں گے۔ سال اول تعلیمی اور سال دوم تدریبی و تربیتی جس میں ایک مقالہ بھی لکھنا ہوگا۔ تعلیمی گھنٹے چار ہوں گے تین گھنٹے بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد کے منتخبات پر مشتمل ہوں گے ابواب کے انتخاب میں اس کو ملحوظ رکھا جائے گا کہ عملی زندگی میں افتاء و قضاء کے عملی تجربات کی روشنی میں جن احادیث کے حوالے اور ان سے استدلال کی ضرورت پڑتی ہے، وہ پڑھائی جائیں۔

سال دوم عملی مشق کرائی جائے گی تاکہ وہ معاشرہ کی افتاء اور قضاء شرعی کی ضرورتوں کی تکمیل کر سکیں۔

مدرسہ رحمانیہ

بندیو ضلع بوکارو۔ بہار کا معائنہ

اس پرفتن دور میں جب کہ ہر طرف کفر و شرک اور الحاد پرستی کی گرم بازاری ہے دینی الٰہی عقائد اسلام پرستی اور دینیت کی تعلیم اور اس کی اشاعت کا کام بڑی دور اندیشی اور ہمہ گیر پیمانہ پر کیا جا رہا ہے ایسے وقت میں اسلامی تشخص، اقدار عالیہ، دینی تہذیب و ثقافت اور مضبوط و غیر متزلزل عقیدہ کی آبیاری کے لئے کوشش و سرگرمی ہر مسلمان کا دینی و ملی فریضہ ہے۔ یہ کام آج ہندوستان کے طول و عرض میں بڑی جگر کاوی کے ساتھ مدارس اسلامیہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ مدرسہ رحمانیہ (بندیو برنی، ڈومری ضلع بوکارو) جو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی شاخ ہے۔ نادار طلبہ کو کھانا ناشتہ دیا جاتا ہے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق پرائمری اور حفظ و قرأت کی تعلیم کے علاوہ درجہ چہارم عربی تک تعلیم ہوتی ہے۔ طلبہ کی تعداد ۲۰۰ ہے ان میں ۸۰ دارالاقامہ میں رہنے والے ہیں۔

حضرات اساتذہ اور اسٹاف کے گیارہ افراد مصروف کار ہیں۔ دارالاقامہ اور درسگاہوں کے لئے مدرسہ کے منتظمین نے ایک وسیع اراضی بھی حاصل کر لی ہے۔ فوری اور ہنگامی طور پر جتنے حصے کی تعمیر ضروری ہے وہ تقریباً تین لاکھ کی لاگت سے تیار ہو سکے گی۔

احقر نے نائب ناظم ندوۃ العلماء جناب مولانا معین اللہ صاحب ندوی مدظلہ کے ایماء پر مدرسہ ھذا کا معائنہ کیا۔ الحمد للہ منتظمین و اساتذہ کرام کو مدرسہ کی ترقی کے لئے مخلص پایا۔

محمد خالد ندوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ترسیل زر کا پتہ: ناظم مدرسہ رحمانیہ بندیو، پوسٹ برنی وایا ڈومری ضلع بوکارو (بہار) پن ۸۲۵۱۰۶

نورانی تیل®

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر 77/16-U اور کیپ سول پر ⓛ مارکہ ضرور دیکھیں انڈین کیمیکل کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

بقیہ درس حدیث

فرمایا: کلمہ الحمد للہ میزان اعمال کو بھر دیتا ہے، اور سبحان اللہ والحمد للہ بھر دیتے ہیں آسمانوں کو اور زمینوں کو اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبی کے ساتھ تن من دونوں کی پاکی کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے یہ دونوں قسم کی پاکیاں دین میں شامل ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اس کو ضروری قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ"

"خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے"

ہم بعض فقہا اور عابدین کو دیکھتے ہیں کہ وہ صرف بدن کی پاکی کی فکر کرتے ہیں اور دل کی پاکی کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس کا حکم واجب و مستحب دونوں حیثیتوں کے ہے یہ فقہاء طہارت کا مطلب بس اتنا ہی سمجھتے ہیں ... اس کے بعد آپ نے فرمایا (الصلاۃ نور) نماز ایمان کا نور ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے تاکہ نمازی گناہ کی راہوں سے بچ سکے اور راستہ کے پیچ و خم اس پر کھل جائیں۔ اس لئے کہ نماز منکر اور بے حیائی کی باتوں سے روکتی ہے اور سیدھی راہ نجات ہے نماز دل کو زندگی کے میل کچیل سے پاک صاف کرتی ہے اور دل منور ہو کر بھلائی کی راہوں کو روشن کر دیتا ہے، غرضیکہ نماز نور و روشنی بھی ہے پاکیزگی اور صفائی بھی ہے، جو مسلمان نماز کا پابند ہوتا ہے دنیا میں بھی اس کے چہرے پہ رونق ہوتی ہے، اور قیامت کے دن تو نمازی کا چہرہ چمک رہا ہوگا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا "صدقہ دلیل و برہان ہے" اس لئے کہ جب بندۂ مومن نے دین کے بنیادی ارکان کی تکمیل کرلی تو نوافل کی طرف متوجہ ہوا۔ صدقات بھی نوافل ہی میں شامل ہیں جو مادی پاکی ہے یہ عقل و دل کی پاکی کے بعد ہوتا ہے کیونکہ قیامت کے دن جب بندہ سے سوال ہوگا کہ اپنے مال کو کہاں خرچ کیا تو صدقہ دلیل بنے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ صدقہ اپنے کرنے والے کے ایمان کا ثبوت بنے گا چنانچہ منافق صدقہ نہیں کرتا اس لئے کہ اس کو صدقہ کے ایمان کی دلیل و ثبوت ہونے کا اعتقاد نہیں، جس نے صدقہ کیا اس نے اپنے ایمان کے صحیح ہونے کا ثبوت فراہم کرلیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ: "صبر اجالا ہے" جس سے معلوم ہوا کہ مصائب و پریشانیوں پر صبر ایمان کے پختہ ہونے کا پیمانہ ہے۔ ابن عطار کا قول ہے کہ مصائب پر حسن ادب کے ساتھ قائم رہنے کا نام صبر ہے۔

صبر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان تقدیر کے فیصلہ پر راضی رہے، مصیبت کا اظہار خبر و اطلاع کے طور پر معیوب نہیں، ہاں بطور شکایت اس کا اظہار صبر کے منافی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ"

"بے شک ہم نے ان کو ثابت قدم پایا۔ بہت خوب بندے تھے بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے۔"

حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا تھا: إِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ

"مجھے ایذا ہو رہی ہے۔"

عبارت بالا سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ دعوت و ارشاد کا راستہ امتحان و آزمائش اور محنت و مشکلات سے پر ہے۔ لہٰذا جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نے اس اہم و نازک کام کو انجام دینے کی توفیق دی ہے وہ اس راہ میں پیش آنے والی ہر تکلیف و دشواری پر صبر و ثبات سے کام لیں اور آپ کے اسوۂ مبارکہ کو اپنا شعار بنائے رکھیں۔ کہ آپ نے دعوت اسلامی کی راہ میں صبر و قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا ہے۔

آپ نے اس حدیث میں مزید فرمایا: اور قرآن یا حجت ہے تمہارے حق میں یا حجت ہے تمہارے خلاف" قرآن کریم کی تلاوت اور اس میں جو احکام ہیں ان پر عمل کرنا اور اس کے آداب کا پوری طرح ملحوظ رکھنا یہ سب چیزیں دل کو پاک کرتی ہیں عقل کو جلا بخشتی ہیں اور ضمیر انسانی میں ورع و تقویٰ پیدا کرتی ہیں۔ شعور و احساسات میں نظافت و ستھرائی اور عمل و کردار میں حق و استقامت پیدا کرتی ہیں۔

اس کے برعکس تلاوت نہ کرنا اور قرآنی احکام پر عمل سے دور رہنا محرومی و نامرادی لاتا ہے، اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث پاک کو ان الفاظ پر ختم فرماتے ہیں: (ہر آدمی صبح کرتا ہے پر وہ اپنی جان کا سودا کرتا ہے، پھر یا تو اسے نجات دلا دیتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے) یعنی لوگ زندگی کی گذرگاہوں اور اس کے مختلف میدانوں میں چلتے ہیں، تو کچھ تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو خداوند قدوس کی عبادت و طاعت کے ذریعہ اپنے آپ کو عذاب سے آزاد کرا لیتے ہیں اور کچھ وہ ہوتے ہیں، جو اپنے کو خواہشات نفسانی اور شیطان کے حوالہ کر دیتے ہیں جو اسے ہلاک و برباد کر دیتا ہے

فقہی استنباط: ہر قسم کے حدث سے طہارت حاصل کرنے کے لئے نیت شرط ہے۔ وضو، غسل یا تیمم بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوگا، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اس سے ثابت ہوا کہ کوئی شرعی عمل بغیر نیت کے درست نہیں ہو سکتا۔

اس لئے وضو، غسل، تیمم یہ سب حدث سے پاکی حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ لہٰذا بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوں گے نیت کا تعلق دل سے ہے یعنی دل کا ارادہ ہی نیت ہے۔

طہارت کی نیت اس طرح ہوگی کہ جو عمل طہارت کے بغیر کرنا جائز نہیں وہ جائز ہو جائے، جیسے نماز اور کلام پاک کا چھونا اور نیت حدث کے دور ہونے کی کرے۔ اور اگر طہارت ایسے عمل کی نیت سے حاصل کی جس کے لئے شرعاً طہارت نہیں ہے، مثلاً ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے، کھانا کھانے، بیع و شراء کرنے، یا نکاح جیسے کام کے لئے اور شرعی طہارت کی نیت نہیں کی، تو اس کا حدث دور نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے طہارت کی نیت نہیں کی، جب کسی چیز کی نیت نہیں کی تو اس کو کوئی چیز نہیں حاصل ہوئی اس شخص کی طرح جس نے کسی چیز کا ارادہ ہی نہ کیا ہو۔

حدیث کے فوائد:

مذکورہ حدیث طہارت کے وسیع معنی پر دلالت کرتی ہے۔ اس طرح سے ہاتھوں کی پاکی کو قلب و نظر، ذکر، صدقہ اور صبر کے ساتھ ملا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طہارت کی بہترین شکل شمار فرمایا ہے، پھر اخیر میں فرمایا کہ تلاوت قرآن ذکر کی سب سے افضل صورت ہے۔

حدیث سے طہارت کا ایک نیا نقشہ سامنے آتا ہے طہارت کا یہ رنگ خدائی معاشرہ ہی میں پایا جاتا ہے اس معاشرہ کا نمایاں وصف ہوتا ہے، اور ان تمام دوسرے معاشروں سے الگ و ممتاز ہوتا ہے جو صرف شکل و ظاہر میں صفائی ستھرائی کا اہتمام کرتے ہیں۔

پاکی کی ایک صورت مسواک بھی ہے وہ جراثیم کو مارتی ہے منہ کو بیماریوں سے بچاتی ہے علمی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ مسواک میں جو مادے پائے جاتے ہیں وہ ان جراثیم اور کیڑوں کو مارتے ہیں جو دانتوں اور مسوڑھوں کے اندر موجود ہوتے ہیں۔

طہارت کی سب سے نمایاں صورت سونے اور استنجاء سے فراغت کے بعد ہاتھوں کا اچھی طرح دھونا ہے تاکہ ہاتھ جراثیم اور آنتوں کو نقصان پہنچانے والے اثرات سے صاف ہو جائیں۔

اعلان ملکیت و دیگر تفصیلات فارم (رول ۸)

مقام اشاعت: مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء، بادشاہ باغ، لکھنؤ

مدت اشاعت: پندرہ روزہ

پرنٹر و پبلشر کا نام: جمیل احمد ندوی

قومیت: ہندوستانی

پتہ: ۴۹/۲۶۵۔ وکٹوریہ گنج، لکھنؤ

مجلس ادارت: شمس الحق ندوی، محمود الازہار ندوی

قومیت: ہندوستانی

پتہ: دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مالک کا نام: مجلس صحافت و نشریات، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

میں جمیل احمد ندوی تصدیق کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا امور میرے علم و یقین سے صحیح ہیں

(جمیل احمد ندوی)

تبصرہ:

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

از/ مولانا عبد اللہ عباس ندوی

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نے آج سے ۲۰ سال پہلے ایک طویل مضمون اس عنوان پر لکھا تھا جس میں مزید اضافوں کے ساتھ اس کو کتابی شکل دی ہے۔ "تعمیر حیات" میں یہ کتاب برائے تبصرہ آئی ہے اس لئے اس کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اس ۲۶۴ صفحات پر مشتمل کتاب کا مفروضہ تحقیقی نتیجہ بحث (HYPOTHESIS) یہ ہے کہ:۔ "یزید ایک مسلمان خدا ترس پاک سیرت، خلیفہ برحق تھا جس کی ولی عہدی عین کتاب و سنت کے مطابق اور اسلامی مقاصد کے لئے عمل میں آئی تھی اور اس کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک ناعاقبت اندیش، شہنشاہیت کے طالب بلا وجہ اپنی جان گنوانے والے شخص تھے" نتیجۂ بحث اگرچہ محمود عباسی کا اور اس کتاب کا ایک ہی ہے لیکن عباسی کے لہجہ و بیان میں جو بے حیائی اور بے باکی ہے اس سے یہ کتاب پاک ہے، اول الذکر کا طرز بیان مجادلانہ تھا اس کا عالمانہ ہے لیکن (THESIS) دونوں کا ایک ہی ہے

تحقیق کی ٹیکنیک یہ ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں (ابن کثیر، ابن اثیر، طبری) میں جو واقعات مصنف کے مفروضہ عقیدہ کو تقویت پہنچاتے ہیں ان کو بغیر کسی جرح کے ایک تسلیم شدہ حقیقت کی طرح قبول کیا ہے، اور جہاں ان کے رجحان کے خلاف بات ملی اس کو یا تو استغفر اللہ، نعوذ باللہ کہہ کر قصہ مختصر کر دیا یا اس کے راویوں پر جرح کی اور شخص متعلق کے دوسرے اعمال حسنہ کو گواہ بنا کر اس کے خلاف شہادت کو خلاف عقل قرار دیا، اور اگر اس سے بھی کام نہ چلا تو اس کو رافضیت و شیعیت کے خانہ میں ڈال دیا۔

تحقیق کا یہ راستہ بہت ہموار اور آسان اور "نئے مطالعہ کی روشنی" کا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، فاضل مصنف نے کربلا کی ایک روایت کو اپنی تحقیق کا شاہکار سمجھ کر اپنی کتاب میں متعدد جگہ دہرایا ہے اور ایک تسلیم شدہ حقیقت کی طرح پیش کیا ہے، اس لئے سب سے پہلے ہم اسی پر ایک نظر ڈالتے ہیں، چونکہ مصنف نے بھی آغاز کلام اسی سے کیا ہے اور شاید یہی نئے مطالعہ کی وہ روشنی ہے جو ان کو نظر آگئی ہے۔

ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مفہوم

مصنف لکھتے ہیں: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ آمادگی ظاہر کی تھی کہ: "(وإما) أن أضع يدي في يد يزيد بن معاوية فيرى فيما بيني وبينه رأيه"

اس عبارت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ یا تو مجھے چھوڑ دو میں خود یزید بن معاویہ سے جا کر صلح جو انداز میں بات کروں، پھر وہ میرے حق میں اپنی رائے دے۔

"وضع اليد في اليد" دست در دست دادن، فارسی کا محاورہ ممکن ہے جس کے معنی بیعت کرنے اور سپرد کرنے کے ہوں تو بعید نہیں ہے عربی میں کہیں کسی لغت یا کسی استعمال میں یہ محاورہ نہیں ہے یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جہاں مبایعت کا ذکر ہے وہاں بایع، بایعنا، لیبایع ہی آیا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا تذکرہ بھی کہیں کہیں اس کے بعد آتا ہے وہ بھی ہر جگہ نہیں کنایہ بھی نہیں ہے اگر کنایہ ہے تو دوستی کرنے مساویانہ انداز میں گفتگو کرنے کا مفہوم رکھتا ہے، مصنف اور مصنف کے جتنے ہم نوا اور ہم خیال ہیں وہ ایک مثال بھی تلاش کر کے کلام عرب سے پیش کریں کہ "وضع اليد في اليد" کسی نحوی ترکیب سے بغیر ذکر مبایعت اس مفہوم میں بولا گیا ہو، ہاں فارسی میں یہ محاورہ ہو سکتا ہے جس کا مفہوم بیعت ہو تو تعجب نہیں چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کی طرف منسوب شعر اسی بیعت کے مفہوم میں ہے۔

سرداد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

اس میں بھی "سرداد" کا قرینہ مفہوم کا تعین کر رہا ہے۔

مصنف نے جس شد و مد سے مکرر سہ کرر اس جملہ کو دہرایا ہے کہ ان کے لئے اس تسامح کا اعتراف دشوار ہوگا، لیکن ان کے غور کرنے کے لئے ایک گوشہ اور ہے اگر بفرض محال ان کے سمجھے ہوئے مفہوم کو مان لیا جائے کہ یہ کنایہ بیعت سے ہے تو پھر "فيرى فيما بيني وبينه رأيه" کا کیا موقع رہ جاتا ہے اور کیا اس سے آپ کے فرض کردہ مفہوم کی تردید نہیں ہوتی؟ یعنی جب بیعت کر ہی لی تو پھر وہ دیکھے میرے اور اس کے درمیان اس کی کیا رائے ہوتی ہے کا سوال کہاں باقی رہ جاتا ہے؟

روایات کا تضاد اور اس کا سبب

مصنف کے قائم کردہ مقدمات میں سب سے پہلے یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

"چنانچہ اس واقعہ (واقعۂ کربلا) اور اس کے پس منظر کے واقعات کے سلسلہ میں جہاں بظاہر صحیح اور قابل قبول روایات موجود ہیں وہیں نہایت منکر اور ناقابل قبول روایات کا بھی ڈھیر لگ گیا ہے"

"صحیح اور قابل قبول" جو بظاہر ہیں وہ کیا در حقیقت بھی صحیح ہیں اور آپ کو جو منکر اور ناقابل قبول روایات نظر آتی ہیں وہ کیا واقعی منکر ہیں، اس کا فیصلہ تو لکھنے والے کا پہلے سے قائم کیا ہوا نظریہ یا رجحان ہی کر سکتا ہے، آپ جس کو جھوٹ من گڑھت کہہ رہے ہیں اس کے جھوٹے اور من گڑھت ہونے کی کیا دلیل ہے بجز اس کے کہ وہ آپ کے مفروضہ کے خلاف ہے کیا اسی کا نام نئے مطالعہ کی روشنی ہے اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو بدنام سلمان رشدی بھی یہی کہتا ہے کہ خیالات و اوہام نے تقدس کا جال بنا ہے۔"

در حقیقت مصنف کو جو الجھن پیش آئی ہے اس کے دو اسباب ہیں۔

ایک یہ کہ انہوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ تاریخ کا کوئی حادثہ یا واقعہ ماضی سے جدا کر کے ایک اکائی کی شکل میں نہیں دیکھا جا سکتا، کربلا کا واقعہ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ عداوتوں کا ایک منطقی نتیجہ (COSEQUENCE) تھا وہ عداوتیں جو ظہور اسلام کے بعد بہت طاقتور شکل میں ابھر کر سامنے آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ عرصۂ نبوت میں ۲۱ سال تک بلکہ ساڑھے ۲۱ سال تک شد و مد سے قائم رہیں غزوۂ بدر میں مسلمان فوج کی کامرانی نے جس طبقہ کو سب سے زیادہ برافروختہ کیا اس کے سربراہ ابو سفیان تھے اسی طرح غزوۂ احد میں ان کا اور ان کی اہلیہ جگر خوار حمزہ ہندہ کا کردار یہ سب وہ باتیں ہیں جن میں مؤرخین کا کوئی اختلاف نہیں ہے، فتح مکہ کے بعد یہ گروہ اسلام لایا (یا بقول سید قطب شہید کے استسلام کیا) مگر اس استسلام کے بعد اچانک ایک پل میں ایسی تبدیلی ہوگئی کہ وہ بدر کا غم بھول گئے، اپنی انانیت کو بھول گئے عقلاً محال بات ہے، اور صحاح کی مستند روایات سے ثابت ہے کہ ہندہ نے بیعت کے الفاظ دہراتے ہوئے بھی اپنے اندرونی کرب و غم اور غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا۔

حضرت ابو سفیان نے احتجاج کیا تھا کہ اب وہ دن آگیا ہے کہ یہ پسماندہ ہم اشراف پر فوقیت دیئے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے خلاف حضرت علی کو اکسانے کی کوشش بھی ان سے ثابت ہے۔

اسلام کے پورے طور پر فاتح ہو جانے کے بعد جب مقاومت کی تمام راہیں مسدود ہوگئی تھیں۔ اس عرصۂ مختصر میں اس گروہ کی طرف سے کسی واضح دشمنی کا ثبوت تاریخ میں نہیں ملتا ہے مگر جس طرح انگریزوں کے دل میں صلیبی جنگوں میں شکست کا غم و غصہ آج تک موجود ہے اسی طرح اس گروہ میں بدر کے انتقام کا جذبہ سینے کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح جوش مار رہا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت نے البتہ اسلام کی طرف سے ان کے عناد کو ختم کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ان کا دل صاف نہیں ہوا۔ احمد امین نے فجر الاسلام اور اس کے مقدمہ میں طٰہٰ حسین نے اس کی نشان دہی کی ہے، ممکن ہے یہ تجزیہ غلط ہو مگر یہ غلط نہیں ہے کہ حرہ اور کربلا کے واقعات کو ان خلفیات سے جدا کر کے نہیں دیکھا جا سکتا، لہٰذا ریسرچ کا نقشۂ عمل (SYNOPSIS) یہ ہونا چاہئے تھا کہ پہلے ایک عمومی جائزہ اس وقت کی عقلیت کا لیا جاتا اور نفسیاتی تجزیہ کیا جاتا کہ یہ کشمکش کہاں سے شروع ہوئی اور کس طرح درجہ بدرجہ بڑھی اور کیونکر کم ہوئی اور پھر کس طرح اور کن عوامل کے ماتحت ابھری، اس حادثہ کا سرا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے نہیں غزوۂ بدر کے واقعات سے مربوط کیا جائے تو تاریخی احداث کی کڑیاں ایک دوسرے سے زیادہ پیوست نظر آئیں گی۔

واقعات جو تاریخ کی کتابوں میں متضاد و متناقض ہیں اس کا سبب کوئی

معر نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آسکے، خلافت راشدہ کے بعد "ملکیت عضوض" کا دور شروع ہوا تو قدرتاً دو گروہ ہو گئے، ایک وہ جس کو حکومت وقت سے وابستگی تھی خواہ جان بچانے کی خاطر یا طمع کی وجہ سے یا مسلمانوں میں آپس کی خانہ جنگی سے نجات حاصل کرنے کی خاطر وہ سمجھتا تھا کہ مناسب یہی ہے کہ جس کا غلبہ ہے اس کی تائید کی جائے، دوسرا طبقہ وہ تھا جو اصل دین کی پامالی پر رنجیدہ تھا، اسلامی روح جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے پیدا ہوئی تھی اس کا گلا گھونٹا جا رہا تھا نبیذ کے پردے میں شراب عام تھی (اس وقت کے شعرا ابونواس اور بشار بن برد کے کلام سے اس وقت کا معاشرہ دیکھا جا سکتا ہے) جواری و قینات کی اتنی کثرت تھی کہ ابوالفرج الاصبہانی نے اغانی میں ۲۱ ہزار جھنیں اور لاتعداد فواحش و منکرات کے قصے قلمبند کر دیے ہیں، جن کی پرورش دربار شاہی سے ہوتی تھی، عدلیہ کا یہ حال تھا کہ حاکم وقت کے دیوان عام میں ایک چمڑے کا ٹکڑا (نطع) بچھا رہتا تھا اور بغیر کسی دلیل و بحث اور بغیر کسی الزام کے جس کو چاہا اس پر کھڑا کر دیا اور جلاد نے اس کی گردن اتار دی، شاہانہ ٹھاٹ باٹ کسی طرح بھی کسریٰ کے دربار والے سے کم نہ تھا، لہٰذا وہ لوگ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ ان کے زہد و ورع اور احتیاط و تقویٰ کی باتیں جانتے تھے اور دوسرے خلفاء راشدین کے ورع و احتیاط کو دیکھے ہوئے یا سنے ہوئے تھے وہ اس فسق و فجور کی گرم بازاری سے نالاں تھے، ان لوگوں میں اسلام سے وابستگی کا جذبہ بھی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و محبت بھی تھی۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر شے کو عزیز رکھتے تھے آپ کے خانوادے کی انصار مدینہ کی کس مپرسی دیکھ رہے تھے کہ ان کا حال ایسا ہو گیا ہے جیسے وہ مفتوح قوم کے افراد ہوں جن سے فاتح قوم انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے یہ لوگ ان پر ترس بھی کھاتے تھے اور ان کی بلند سیرت اور اعلیٰ کردار کے چشم دید گواہ تھے، مگر خروج کی عزیمت اپنے اندر نہیں پاتے تھے اور ان کا حال کم و بیش وہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ہمدرد کا حال تھا جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھے ہوئے تھا اور وقت آنے پر کلمۂ حق ادا کرنے سے اس نے دریغ نہیں کیا۔

فقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مؤمن شخص جو ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا کہ تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے۔

ایسے حضرات کی روایات بھی تاریخ میں ملتی ہیں، وہ دور کلنڈر اور جنتری سے تاریخ منضبط کرنے کا نہیں تھا، واقعات پیدائش، حوادث کا حوالہ کبھی موسموں سے دیا جاتا اور کبھی کسی بڑے حادثہ کی نسبت سے بتایا جاتا، واقعات قلم بند کرنے کا کوئی رواج نہیں تھا، تیسری صدی ہجری میں جب گزشتہ ڈیڑھ سو برس کی روایتیں ایک دوسرے سے سن سنا کر تدوینی دور میں پہنچیں تو ان کے اندر جتنا بھی تضاد نہ ہو کم ہے، اور ان قصوں کے راوی دونوں طرح کے لوگ، حکومت کے ہوا خواہ بھی اور اس کے بدخواہ بھی، اس طرح تاریخ کی کتابیں ایک طرح کا اسٹور بن گئیں جن میں دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں، روایات کی تنقیح کا دار و مدار ان اقتباسات سے فائدہ اٹھانے والے کے ذوق و رجحان پر رہ گیا، صحیح اور منکر روایات کا تعین بعد میں آنے والا کاتب اپنے عقیدہ کے مطابق ہی کر سکتا ہے۔

ان قصوں کو آپس میں ایک دوسرے سے مربوط کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حکومت وقت کا ساتھ دینے والوں کو اپنی بات مشہور کرنے کا زیادہ موقع تھا ان پر پابندی نہیں ہوتی بلکہ ان کی ہمت افزائی ہوتی ہے، وہ رائی کا پہاڑ بنا سکتے ہیں اور پہاڑ کو رائی بنا سکتے ہیں۔

اور جو لوگ مومن "یکتم ایمانہ" کی حیثیت والے ہیں وہ اپنی نسل کو صحیح حالات سے باخبر کرنے کے لئے اپنی معلومات ان تک منتقل کراتے ہیں اور ان کے اندر بھی کبھی تناقض پایا جاتا ہے کہ وہ سب مشورہ کر کے ایک رپورٹ تو تیار نہیں کرتے تھے مختلف مقامات کے لوگ تھے جن کے درمیان مسافات طویل تھیں۔

حکومت وقت کے خلاف زبان کھولنا آسان کیا! اپنی موت کو دعوت دینا ہوتا ہے، وہ دور جس میں کربلا کا واقعہ پیش آیا۔ ایک شخصی حکومت کا تھا، حاکم وقت کے دو لبوں کے درمیان سارا قانون (امین الشفتین) تھا آج بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ جو شخص حکومت وقت کی مسلمہ سیاست کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اس کو کسی بہانہ گرفتار کر لیا جاتا ہے، سزا دی جاتی ہے اور اس ڈر سے لوگ برملا حکومت کے خلاف زبان نہیں کھولتے حالانکہ چشم زدن میں اس کی گردن نہیں اڑا دی جاتی، اس کو دیواروں میں زندہ نہیں چن دیا جاتا لیکن جب خوف و ہراس کا اس دور میں یہ حال ہے تو جب یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ اس وقت کتنے ایسے دل گردہ والے ہوں گے جو اپنے مشاہدات و تجربات کا ریکارڈ رکھ سکتے تھے لہٰذا قدرتاً سرکاری اعلامیے کو وزنی ثابت کرنے اور افراد کی روایات کو مجروح کرنے کے اسباب موجود ہیں اموی حکومت اور اس کے بعد عباسی عہد کے ابتدائی دو سو سال ایسے گزرے ہیں جب کہ تمام خلفائے بنی عباس ناصبی عقیدہ رکھتے تھے اس کا ایک نمونہ حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد اموی میں جو برتاؤ کیا گیا اور جس کا تذکرہ تمام سیر و سوانح کی کتابوں میں موجود ہے کہ ان سے بر سر منبر حضرت معاویہ کے مناقب دریافت کئے گئے، انھوں نے ایک حدیث سنائی جس میں ان شامیوں کو حضرت معاویہ کی توہین معلوم ہوئی انھوں نے منبر سے گھسیٹ کر اتارا اور ان کے خصیوں پر لاتیں مارتے ہوئے باہر لائے اور اسی میں ان کی شہادت واقع ہوئی، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دور میں کلمۂ حق کہنا کس کے بس میں تھا۔ واضح رہے کہ امام نسائیؒ وہ ہیں جن کی سنن، صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے اور وہ شیعہ یا رافضی نہیں تھے، بلکہ اہل سنت کے ائمہ میں تھے۔

تشیع کا الزام:

طبری کے بارہ میں ابن کثیر نے لکھا کہ "کان یتشیع لعلی" اور اس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ وہ لکھنؤ کے تبرائی شیعوں کی طرح عقیدہ بدا کے قائل، تحریف قرآن اور افک ام المؤمنین کو صحیح ماننے والا شخص تھا اور اس طرح جن لوگوں کے بارہ میں یہ لفظ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے استعمال کیا ہے ان سب کو ساقط الاعتبار قرار دے کر ان کی روایات کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ محض سیاسی اصطلاح تھی، جو لوگ بنو امیہ کے مخالف تھے اور خانوادۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت رکھتے تھے ان کے لئے یہ لفظ رجال کی کتابوں میں بکثرت ملتا ہے، علامہ ابوزہرہ نے ائمہ مذاہب اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک کی علیحدہ علیحدہ سیرت و سوانح عصر حاضر کے تحقیقی انداز میں لکھی ہیں، اس میں سوائے امام مالک کے تینوں بزرگوں کے بارہ میں لکھا ہے کہ ان کے اندر شیعیت تھی، خاص طور پر امام ابوحنیفہ کی شیعیت تو اس درجہ دکھائی ہے کہ جب حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما نے ہشام بن عبد الملک کے خلاف خروج کیا تو امام اعظم سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ جہاد ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

خروجه يضاهي خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بدر، و امدّ جنده بالمال ولكنه كان ضعيف الثقة في انصاره ولذا قال في الاعتذار عن حمل السيف معه[1]

زید بن علی رضی اللہ عنہ کا خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کے خروج کے مثل ہے انھوں (امام ابوحنیفہ) نے فوج کی مال سے مدد کی، لیکن ان کو انصار زید پر بھروسہ کم تھا۔ اس لئے ان کے ساتھ تلوار اٹھانے سے معذرت کر لی تھی۔

حضرت زید بن علی کا خروج دراصل حضرت حسین کے خروج علی یزید کا اتباع تھا، اس لئے دلالۃ النص سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی کیا حیثیت ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں "فیہ نزعۃ شیعیۃ" کا اظہار ان کے استاد حضرت امام مالک کی مجلس میں کیا گیا مگر وہ اپنے موقف سے نہیں ٹلے اور پوری جرأت ایمانی کے ساتھ یہ شعر کہا:

فإن كان رفضاً حبُّ آل محمّد
فليشهد الثقلان إني رافضي[2]

"اگر آل محمدؐ کی محبت ہی رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔"

لوگوں کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد میں بھی شیعیت ٹپکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کیونکہ وہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خلافت راشدہ کے بارہ میں اگر کسی نے تردد کا اظہار کیا تو انکو غصہ آجایا کرتا تھا اور بقول ابوزہرہ وہ فرماتے تھے:

من لم يثبت الإمامة لعلي فهو

۱۔ "ابوحنیفہ حیاتہ و عصرہ" لابی زہرہ ص ۱۶۔ دار الفکر العربی قاہرہ
۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الشافعی حیاتہ و عصرہ" ص ۱۲

أضل من حمار"

جو حضرت علی کی خلافت کا قائل نہیں ہے وہ حمار سے زیادہ گمراہ ہے

اور ان کا یہ بھی قول تواتر سے منقول ہے کہ:

الخلافة لم تزين عليا بل علي زينها۔ خلافت نے علی کو شرف نہیں بخشا بلکہ علی نے خلافت کو عزت دی۔

اور فرماتے تھے: علي بن أبي طالب من أهل بيت لا يقاس بهم أحد

علی ابن ابی طالب اہل بیت (رسول اللہ) ہی ہیں ان پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا

نیز فرمایا:

ما لأحد من الصحابة من الفضائل بالاسانيد الصحاح مثل ما لعلي رضي الله عنه۔ (یعنی صحیح حدیثوں میں علی کے جتنے فضائل ہیں وہ کسی کے بھی نہیں ہیں)

اسی طرح بخاری کے رواۃ اور "تقتلہ الفئۃ الباغیۃ" کے راویوں کے اندر بھی شیعیت کا سراغ لگایا گیا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس کو خلافت راشدہ کی اس ترتیب پر اعتراض ہو جو پیش آئی، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ ہر ایک کو اپنی جگہ پر خلیفہ راشد اور اپنے اپنے وقت میں ہر ایک کو دوسروں کے مقابلہ میں اشرف و افضل سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود محض اہل بیت نبوی سے عقیدت و محبت کی بنا پر ان کو شیعیت سے قریب بتایا گیا، لہٰذا ابن کثیر نے اگر طبری کے بارہ میں تشیع کا الزام لگایا یا رواۃ الاحداث کے بارہ میں کسی کو شیعہ کہہ دیا گیا تو اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ امامیہ یا زیدیہ قسم کے شیعہ تھے اور ان کی روایتیں ناقابل اعتبار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مصنف نے کربلا کا واقعہ بیان کرنے اور اس کے پس منظر کو واضح کرنے میں جن روایات کو منکر اور گمراہ کن کہا ہے ان کے منکر اور گمراہ کن ہونے کا سبب یہ کافی نہیں ہے، یا صرف اس لئے کہ وہ مصنف کے لئے العیاذ باللہ اور استغفر اللہ کے ضمن کی چیز ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی صفائی اور ان کا دفاع صحابہ سے خوش عقیدگی کا تقاضا ہے مصنف نے ان کو گورنری کے طمع سے بری قرار دیا ہے یہ اچھی بات ہے مگر اس حسن ظن کے اور لوگ بھی تو مستحق تھے، خاندان نبوت کے چشم و چراغ اور پروردہ آغوش علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی کیا جاتا ہے طرف سے اسی طرح کا دفاع کیوں نہیں کیا جاتا جب کہ دوسروں کا دفاع کرنے کی بنیاد معروضی نہیں محض خوش گمانی پر قائم ہے لیکن حضرت حسین کے سلسلہ میں صرف اموی عہد کی ان ظالمانہ اور مجرمانہ سرکاری رپورٹوں کو بنیاد بنا کر تحقیق کی عمارت کھڑی کی گئی اور سرکاری سطح کی تیار کردہ عوام پسند نقول سے مرتب کی ہوئی تقریروں کو جو حضرت معاویہ اور یزید کی طرف منسوب ہیں ان کو عقیدت کے چوکھٹے میں سجا کر پیش کیا جاتا ہے۔

مصنف نے یزید کے اشعار اور اس دور کے نظم و نثر کے مجموعوں کو ناقابل التفات سمجھا ہے جو اس عہد کی ایسی تصویریں ہیں جو جانبداری کے زنگ و دھبے سے دور ہیں، اسی طرح عصر حاضر کے محققین جن کا طرز بحث موضوعی ہے اور فکری طور پر وہ کسی گروہ کے پابند نہیں ہیں جیسے عباس محمود العقاد، عبد القادر مازنی، سید قطب، احمد امین وغیرہ ان کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے،

مصنف، انداز تحقیق وہی ہے جس کو آجکل کی اصطلاح میں PRESUMPTIVE STUDY کہا جاتا ہے پھر بھی یقین ہے کہ کتاب مصنف کے ہم خیال طبقہ میں دلچسپی سے پڑھی جائے گی، البتہ چلتے چلاتے علامہ سید زینی دحلان کا وہ فقرہ نقل کر دینا چاہتا ہوں جو انھوں نے ابوبکر ابن العربی کی "العواصم من القواصم" کے رد "شر القاصم" میں تحریر فرمایا ہے، وہ کتاب میرے سامنے اس وقت نہیں ہے مگر اس کا مفہوم یاد ہے۔

"حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مخالفت ناشی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے، وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا دل صاف نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ سے اپنی بیزاری و کراہت کو ظاہر کرنے کی جرأت رکھتے ہیں وہ اس راستہ سے اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

قد نعلم انه ليحزنك الذي يقولون فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون

ہم کو معلوم ہے کہ ان کی باتیں تم کو رنج پہونچاتی ہیں مگر تمہاری تکذیب نہیں کرتے، بلکہ ظالم خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ لوگ حضرت سیدنا حسینؓ سے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عناد کا اظہار کرتے ہیں"

نتیجہ امتحان سالانہ درجات معہد

بابت سنہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء

نام	نتیجہ
درجہ ہفتم الف	
ظفیر الدین	اول
نصیر احمد	〃
عارف قاسمی	〃
محمد احمد	دوم
محمد عتیق	〃
محمد شکیل	〃
سید محمد عزیر	〃
محمد محفوظ الرحمن	〃
محمد شریف	〃
رئیس احمد	〃
محمد فرید	〃
محمد امجد حسین	〃
محمد جاوید	〃
عبد الرحمن	〃
محمد رابع	〃
شمس الدین	〃
عبد اللہ ارشد	سوم
محمد مظہر الحق	مرتقی
محمد یحییٰ	
عرفان احمد کرخی	محفوظ
عبد القدوس	ناکام
محمد عامر	〃
نصرت علی	〃
درجہ ہفتم ب	
محمد یعقوب	اول
انوار احمد	〃
محمد عمر	〃
اظہر الدین	〃
حفظ الرحمن	〃
ضیاء الرحمن	〃
جمیل احمد	〃
محمد اعظم	〃
محمد راشد	〃
مطلوب عالم	〃
عدنان عارف	〃
فیض الحق	〃
رافت محمود	〃
سہیل احمد	〃
محمد جاوید	〃
سید سفیان	دوم
عزیر عالم	〃
معراج الدین	〃
توحید عالم	مرتقی
ابرار الحق	〃
اشتیاق عالم	〃
محمد ریحان	مرتقی
عطاء الرحمن	〃
زبیر احمد	〃
ذکاء اللہ	〃
انصار علی	ناکام
ششم الف	
محمد جنید انصاری	اول
محمد سلیم	〃
محمد واثق	〃
محمد مقیم	〃
محمد فہیم	〃
شکیل احمد	〃
محمد اطہر	〃
فضیل احمد	〃
محمد ارقم	دوم
محمد ندیم	〃
محمد عمیر	سوم
محمد صابر	مرتقی
محمد نسیم	〃
محمد بلال	ناکام
محمد عالم	〃
واحد عمر	〃
محمد رفیق	〃
ابوبکر ثاقب	〃
حسین علی	〃
شمس الدین	〃
ششم ب	
ذکی احمد	اول
مجاہد الاسلام	〃
شمس الہدیٰ	〃
فضیل عامر	〃
محمد صدیق	〃
شعیب عالم	〃
عطاء الرحمن	〃
فیضان حسیم	〃
احمد الیاس	〃
وصی اللہ	〃
صدیق اکبر	〃
محمد مرشد	〃
سمیع اللہ	دوم
افضال احمد	〃
انعام الحسن	〃
محمد ارشاد علی	مرتقی
محمد تقی	〃
رفیع الدین	〃
محمد شکیل	دوم
اظہار احمد	〃
اسعد احمد	〃
محمد نوشاد علی	مرتقی
محمد ابراہیم	〃
محمد عمران	〃
محمد ساجد	〃
محمد عقیل	〃
محمد عمران الدین	〃
اقبال احمد	〃
محمد عامر	ناکام
پنجم الف	
محمد داؤد	اول
محمد اختر	〃
محمد اعظم	〃
سید محمد عرفان	〃
چودھری مظفر احمد	〃
محمد ظفر	دوم
محمد زبیر	مرتقی
محمد عارف	〃
وصی اللہ	ناکام
نفیس احمد	〃
ذکاء اللہ	〃
محمد لئیق	مرتقی
محمد انس عثمانی	محفوظ
محمد دانش	[illegible]
اختر حسین	ناکام
پنجم ب	
محمد طارق ایوبی	اول
وصی اللہ خاں	〃
شعیب احسن	〃
اشرف علی	〃
جاوید ندیم	〃
سید محمد احسن	〃
وسیم احمد	〃
فضل کریم	〃
معراج الحق	〃
محمد تعظیم	〃
منت اللہ	مرتقی
سید محمد نسیم	〃
خالد اختر ہاشمی	[illegible]
عبد الرحیم	[illegible]
محمد سلمان	[illegible]
خالد حسین	[illegible]
ندیم احمد	ناکام
وکیل احمد	〃
چہارم الف	
علی احمد	اول
محمد طارق	〃
محمد طارق کانپوری	〃
محمد واحد	〃
محمد امین	〃
محمد حسن	〃
غیاث الدین	〃
عبد اللہ	دوم
نوید اشرف	〃
فاروق اعظم	ناکام
معراج عالم	مرتقی
عبد الوحید	[illegible]
فؤاد محمود	ناکام
فخر الدین	〃
محمد عرفان	〃
چہارم ب	
محمد شہباز عالم	اول
خلیل العباس	〃
سید حماد علی	〃
عمر راشد ضیاء	〃
محمد صالح ظفر	〃
آفتاب الدین	〃
خرم علی	〃
محمد ندیم اختر	〃
عارف علی	〃
شعیب حسین	〃
سید عاطف	〃
حشمت اللہ	دوم
صلاح الدین	مرتقی
محمد خلیق	[illegible]
محمد آصف	[illegible]
محمد حذیفہ لاری	[illegible]
عارف رزاق	[illegible]
مقصود عالم	[illegible]
عمار حسن	ناکام
حبیب الرحمن	〃
محمد عرفان	سوم
ابو ذر	مرتقی
درجہ سوم	
ابو اللیث	اول
محمد حمزہ	〃
غضنفر علی	〃
نبیل حسین	〃
محمد یامین	〃
محمد آصف	〃
محمد عارف	اول
محمد ہارون	〃
محمد نسیم	〃
قمر الدین	〃
شاہ نواز	〃
عبد الرحمن	〃
نعیم احمد	〃
محمد شاہد	〃
محمد طلحہ	〃
محمد فیصل	〃
محمد کاشف	〃
محمد غیاث	مرتقی
محمد زبیر	[illegible]
احمد حماد لاری	ناکام
محمد حلیم	〃
محمد کلیم	〃
محمد شعیب	〃
سید اویس	[illegible]
فہیم احمد	[illegible]
معین الدین	ناکام
عبد الحلیم	محفوظ
درجہ دوم	
محمد دانش	اول
عظیم احمد	〃
شاہ فیصل	〃
محمد عامر	〃
ابو البرکات	〃
شاہد اقبال	〃
ابو صالح	〃
محمد عبد اللہ	〃
محمد عبید	〃
محمد عبد العلی	〃
محمد خورشید عالم	〃
طٰہٰ محمود	〃
عبد اللہ مسعود	〃
نذر الحسین	〃
ثروت مطلوب	دوم
ابو ذر	مرتقی
محمد واجد صدیقی	ناکام
محمد شعیب	[illegible]
محمد اکرم	[illegible]
محمد حنظلہ	[illegible]
سراج الدین	ناکام
درجہ اول	
ارشد علی	اول
شفیع الحق	〃

(بقیہ ص ۸ پر)

اس تبصرہ میں صرف اصول بحث اور طریق فکر سے بحث کی گئی ہے پوری کتاب کے تمام مندرجات پر بحث کرنا اور ان کا رد لکھنا نہ پیش نظر ہے اور نہ اس کا وقت ہے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی اس طرح کے مسائل پر گفتگو کرنا چاہتا تو وہ یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

تلك امة قد خلت، لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون۔

یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہ ہوگی۔